

مرتبہ: حافظ عبدالشکور

کتاب ہذا اور دیگر دینی کتب خریدنے کے لیے

سُنّی پبلیشر الوہاب مارکیٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

مقبول بک سٹال اکبر بازار۔ شیخوپورہ

نعمانی کتب خانہ اُردو بازار۔ لاہور

ربانی اکیڈمی اردو بازار۔ لاہور

مدینہ کتاب گھر، اردو بازار۔ گوجرانوالہ

مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار۔ گوجرانوالہ

بُک سنٹر، اردو بازار۔ گوجرانوالہ

قیمت: ۲۰ روپے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ زیر نظر کتاب اَسّی مشہور اسلامی واقعات کا مرقع ہے، جو ایمان کو جلا بخشنے والے اور عبرت ناک بھی ہیں۔ اسکے مطالعے سے قاری کو معلوم ہوگا کہ ہمارے اسلاف کیا تھے اور ہم کیا ہیں؟ انھوں نے دینِ حنیف کے لیے کیا کیا قربانیاں دیں۔ جس کی بدولت آج ہم مسلمان ہیں۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کے واقعات کو اس لیے دُہراتی ہیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان سے اپنے مستقبل کا نقشہ تیار کرسکیں اور اسے حسین سے حسین تر بنا سکیں۔ اپنی شاندار روایات اور بلند کردار کو سینے سے لگا کر اقوامِ عالم میں اپنی عظمت اور برتری کو قائم رکھ سکیں۔

اس کتاب میں ایسے واقعات کو جمع کیا گیا ہے جن کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپکے ساتھ کفار کی بدسلوکیوں سے ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسلام لانے کے واقعات اور ان پر کفار کے ظلم وستم سے بھی تعلق ہے۔ اس کے ہر واقعہ سے ہمیں کوئی نہ کوئی سبق ضرور ملتا ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب کا ایک ایک واقعہ ہماری زندگی میں اسلامی رنگ پیدا کرے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

امیدوارِ قبولیت

عبدالشکور بن محمد مقبول

اوّلین مؤدبانہ گذارش

قابلِ صد احترام قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ زیر مطالعہ کتاب "صحیح اسلامی واقعات" میں کوئی علمی ، ادبی یا ترتیبی غلطی پائیں تو ازراہِ کرم ضرور نشاندہی فرماکر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے ۔

قارئین سے التماس ہے کہ زیر نظر کتاب میں کوئی خوبی پائیں تو وہ محض اللہ کی طرف سے ہے اور کوئی نقص پائیں تو اسے بندہ کی کم علمی سمجھیں ۔ اگر اس کتاب کے واقعات کو مفید پائیں تو حصولِ ثواب کی خاطر اپنے حلقہ احباب میں اس کے تعارف کی کوشش فرمائیں ۔

محتاجِ دُعا

عبدالشکور بن محمد مقبول شیخوپوری

۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

پہلا باب

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

مکہّ میں ابولہب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قریب ترین ہمسایہ تھا۔ دونوں کے گھر ایک دیوار بیچ واقع تھے۔ اس کے علاوہ حکم بن عاص (مروان کا باپ)، عقبہ بن ابی مُعیط وغیرہ آپؐ کے ہمسائے تھے۔ یہ لوگ گھر میں بھی آپؐ کو آرام نہیں لینے دیتے تھے۔ آپؐ کبھی نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ اوپر سے بکری کا اوجھ آپؐ پر پھینک دیتے۔ کبھی صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے۔ حضورؐ باہر نکل کر فرماتے: "اے بنی عبد مناف یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟" ابولہب کی بیوی امّ جمیل (ابوسفیانؓ کی بہن) نے یہ تو مستقل وطیرہ ہی اختیار کر رکھا تھا کہ راتوں کو آپؐ کے گھر کے دروازے کے سامنے خاردار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتی تاکہ صبح سویرے جب آپؐ یا آپؐ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا پاؤں میں چبھ جائے۔

میری بیٹی رو نہیں ــــــ اللہ تیرے باپ کا حامی ہے

ایک روز قریش کے ایک اوباش نے سربازار حضور اکرمؐ کے سرِ مبارک پر مٹی ڈال دی۔ آپؐ اسی حال میں گھر تشریف لے گئے۔ صاحبزادیوں میں سے ایک آپؐ کا سر دھو رہی تھیں اور اپنے ابّا کو اس حالت میں دیکھ کر رو رہی تھیں۔ آپؐ انہیں تسلی دیتے اور فرماتے کہ رو نہیں میری بیٹی اللہ تیرے باپ کا حامی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کی وفات پر ابولہب کا اظہارِ مسرّت

ابولہب کے خبثِ باطن کا یہ حال تھا کہ جب رسول اللہ کے صاحبزادے حضرت قاسم کے بعد دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو یہ اپنے بھتیجے کے غم میں شریک ہونے کے بجائے خوشی خوشی دوڑتا ہوا قریش کے سرداروں کے پاس پہنچا اور ان کو خبر دی کہ لو آج محمدؐ بے نام و نشان ہو گئے۔

حضورؐ کی صاحبزادیوں کو ابولہب کا اپنے بیٹوں سے طلاق دلوانا!

نبوت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں نبوّت کے بعد جب حضورؐ نے اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو اس شخص نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا، میرے لیے تم سے ملنا حرام ہے۔ اگر تم حضورؐ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ چنانچہ دونوں نے طلاق دے دی اور عتیبہ تو جہالت میں اس قدر آگے بڑھ گیا تھا کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر اُس نے کہا کہ میں النَّجْمِ اِذَا ھَوٰی اور ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی کا انکار کرتا ہوں، اور یہ کہہ کر اُس نے حضورؐ کی طرف تھوکا جو آپ پر نہیں پڑا۔

دشمنِ رسولِ کی ھلاکت

حضورؐ نے فرمایا: خدایا! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر دے۔ اس کے بعد عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دورانِ سفر میں ایک ایسی جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا۔ جہاں مقامی لوگوں نے بتایا کہ راتوں کو درندے آتے ہیں۔ ابولہب

نے اپنے ساتھی اہلِ قریش سے کہا کہ میرے بیٹے کی حفاظت کا انتظام کرو۔ کیونکہ مجھے محمّد کی بددعا کا خوف ہے اس پر قافلے والوں نے عتیبہ کے گرد ہر طرف اونٹ بٹھا دیئے اور پڑ کر سو رہے۔ رات کو ایک شیر آیا اور اونٹوں کے حلقے میں سے گزر کر اُس نے عتیبہ کو پھاڑ کھایا۔

کفّارِ مکّہ کا سرورِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے استہزاء کا ایک واقعہ

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اراشں کا ایک شخص کچھ اونٹ لے کر مکّہ آیا۔ ابوجہل نے اسکے اونٹ خرید لیے اور جب اُس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی نے تنگ آکر ایک روز حرمِ کعبہ میں قریش کے سرداروں کو جا پکڑا اور مجمعِ عام میں فریاد شروع کردی۔ دوسری طرف حرم کے ایک گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے۔ سردارانِ قریش نے اُس شخص سے کہا: ہم کچھ نہیں کر سکتے، دیکھو وہ صاحب جو اُس کونے میں بیٹھے ہیں ان سے جاکر کہو، وہ تم کو تمہارا روپیہ دِلوا دیں گے۔ اراشی حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا اور قریش کے سرداروں میں کہا: "آج لطف آئے گا۔" اراشی نے جاکر حضورؐ سے اپنی شکایت بیان کی آپؐ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرداروں نے پیچھے ایک آدمی لگا دیا کہ جو کچھ گزرے اس کی خبر لا کر دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ابوجہل کے دروازے پر پہنچے اور کُنڈی کھٹکھٹائی۔ اُس نے پوچھا: "کون؟" آپؐ نے جواب دیا: "محمدؐ" وہ حیران ہو کر باہر نکل آیا۔ آپؐ نے اُس سے کہا: اس شخص کا حق ادا کر دے۔ اس نے جواب میں کوئی چون وچرا نہ کی۔ سیدھا اندر گیا اور اس کے اونٹوں کی قیمت لاکر اس کے ہاتھ میں دے دی۔ قریش کا مُخبر یہ حال دیکھ کر حرم کی طرف دوڑا اور سرداروں کو سارا ماجرا سُنا دیا اور کہنے لگا کہ واللہ! آج وہ عجیب معاملہ دیکھا ہے جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ ابوجہل جب نکلا تو محمدؐ کو دیکھتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا اور جب محمدؐ نے اُس سے کہا کہ اس کا حق ادا کر دے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس کے جسم میں جان نہیں ہے۔

(ابنِ ھشام)

استہزا کا ایک اور واقعہ

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے کہ بنی زُبَید کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، قریش کے لوگو! تمھارے ہاں کون تجارتی مال لانے کی ہمّت کرے گا جب کہ تم باہر سے آنے والوں کو لوٹ لیتے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ابوالحکم (یعنی ابوجہل) نے اُس نے میرے تین بہترین اونٹ خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور ان کی قیمت بہت کم لگائی۔ اب اس کے مقابلے میں کوئی شخص ان اونٹوں کو اس کی لگائی ہوئی قیمت سے زیادہ پر خریدنے کے لیے تیار نہیں ہے اور اس قیمت پر فروخت کر دوں تو سخت نقصان اٹھاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے تینوں اُونٹ خود خرید لیے۔ ابوجہل دُور بیٹھا ہوا خاموشی سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا خبردار جو تم نے پھر کسی کے ساتھ ایسی حرکت کی جو اس غریب بدّو کے ساتھ کی ہے ورنہ میں بُری طرح پیش آؤں گا۔ وہ کہنے لگا آئندہ میں کبھی ایسا نہ کروں گا۔ اس پر اُمیّہ بن خلف اور دوسرے

مشرکین جو وہاں موجود تھے ابوجہل کو شرم دلانے لگے کہ تم نے محمدؐ کے سامنے ایسی کمزوری دکھائی کہ شبہ ہوتا ہے، شاید تم ان کی پیروی اختیار کرنے والے ہو۔ اُس نے کہا: بخدا میں ان کی کبھی پیروی نہ کروں گا۔ مگر میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں اور بائیں کچھ نیزہ بردار کھڑے ہیں اور میں ڈرا کہیں نے محمدؐ کے حکم کی ذرا سرتابی کی تو وہ مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے آنسو!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر میں جاتے وقت آپؐ اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اُسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ ایک غزوے کے موقع پر میرا نام نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ چلی (یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے) ہوتا یوں کہ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اُترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا اور میں اسی میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ چلتا تو یونہی ہودج رکھ دیا جاتا۔ ہم غزوے پر گئے، آنحضرتؐ غزوے سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے، مدینے کے قریب آگئے۔ رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی میں قضائے حاجت کے لیے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دُور جا کر میں نے قضائے حاجت کی پھر واپس لوٹی۔ لشکر گاہ کے

قریب آکر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا۔ میں واپس اس کے ڈھونڈنے کے لیے چلی گئی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہُوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا۔ جو لوگ میرا ہودج اُٹھاتے تھے انھوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسبِ عادت اندر ہی ہوں ہودج اُٹھا کر اُوپر رکھ دیا اور چل پڑے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اُس وقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں۔ تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے یا نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا اور میں اُس وقت اوائل عمر کی تو تھی ہی۔ الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار مل گیا۔ یہاں میں جو پہنچی تو کسی آدمی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا، اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آپؐ آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہیں آئیں گے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آگئی اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانیؓ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے۔ وہ پچھلی رات کو چلے تھے۔ صبح کے چاندنے میں یہاں پہنچ گئے۔ ایک سوتے ہُوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آنا تھا۔ غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے مجھے وہ دیکھتے ہی تھے، دیکھتے ہی پہچان گئے اور باآواز بلند ان کی زبان سے نکلا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ان کی آواز سُنتے ہی میری آنکھ کُھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل بیٹھی۔ انھوں نے جھٹ سے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کی ٹانگ پر اپنا پاؤں رکھّا۔ میں

اُٹھی اور اُونٹ پر سوار ہوگئی۔ انھوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے۔ قسم خدا کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی بات کی۔ نہ سوائے اِنَّا لِلّٰہ کے میں نے ان کے مُنہ سے کوئی کلمہ سُنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا لیا۔ اُن کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن اُبی بن سلُول تھا۔ مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر میں رہی۔ نہ میں نے کچھ سنا، نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غُل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا۔ میں اس سے بے خبر تھی۔ البتہ میرے دل میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی۔ اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی اس لیے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس آنحضرتؐ تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا، مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔ اب سُننے اُس وقت تک گھروں میں لٹرین کا انتظام نہ تھا۔ اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضاءِ حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں۔ گھروں میں لٹرین بنانے پر عام طور پر نفرت کیجاتی تھی۔ حسبِ عادت میں اُمِ مسطحؓ بنت ابی رہم ابن عبدالمطلب

بن عبدِ مناف کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے چلی۔ اس وقت میں بہت ہی کمزور تھی۔ یہ اُمّ مسطحؓ میرے والدؓ کی خالہ تھیں۔ ان کی والدہ صخر بن عامر کی لڑکی تھیں۔ ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت اُمّ مسطحؓ کا پاؤں چادر کے دامن میں اُلجھا اور بے ساختہ اُن کے مُنہ سے نکل گیا کہ (تعس مسطح)، مسطح غارت ہو مجھے بہت بُرا لگا اور میں نے کہا، تم نے بہت بُرا کلمہ بولا، توبہ کرو، تم اُسے گالی دیتی ہو۔ جس نے جنگِ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت اُمّ مسطحؓ نے کہا۔ بھولی بی بی آپ کو کیا معلوم میں نے کہا کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا وہ بھی اُن لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہُوئی میں اُن کے سَر ہو گئی کہ کم ازکم مجھے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انھوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سُنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ رنج و غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا، مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہو گئی۔ بیمار تو پہلے سے ہی تھی۔ اس خبر نے تو نڈھال کر دیا۔ جُوں توں کر کے گھر پہنچی اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کروں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اپنے والدؓ کے ہاں ہو آؤں۔ آپؐ نے اجازت دے دی

میں یہاں آئی اپنی والدہؓ سے پوچھا کہ اماں جان لوگوں میں میرے متعلق کیا باتیں پھیل رہی ہیں۔ انھوں نے فرمایا، بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا اپنا دل بھاری نہ کرو۔ کسی شخص کی اچھی بیوی جو اُسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے۔ میں نے کہا، سبحان اللہ کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں۔ اب تو مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے۔ اُس وقت سے جو رونا شروع ہوا۔ واللہ ایک دم بھر کے لیے میرے آنسو نہیں تھمے۔ میں سر ڈال کر روتی رہی کہاں کا کھانا پینا، کہاں کا سونا جاگنا اور کہاں کی بات چیت بس رنج والم اور رونا ہے اور میں ہوں۔ ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسوؤں کی لڑی نہ تھمی۔ دن کو بھی یہی حال رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا۔ وحی میں دیر ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی۔ اس لیے آپؐ نے اُن دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپؐ مجھے الگ کر دیں یا کیا کریں؟ حضرت اسامہؓ نے صاف کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم آپ کی اہل پر کوئی بُرائی نہیں جانتے۔ ہمارے دل تو اُن کی محبّت عزّت اور شرافت کی گواہی دینے کے لیے حاضر ہیں۔ ہاں حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ، خدا تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو کوئی تنگی نہیں عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ کو صحیح

واقعہ معلوم ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے اُسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہؓ کو بلوایا اور اُن سے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتلاؤ۔ بریرہؓ نے کہا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی۔ ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گوندھا ہُوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور بی بی سو جاتی، تو بکری آکر آٹا کھا جاتی۔ اس کے سوا میں نے اُن کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔ چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لیے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ممبر پر کھڑے ہُوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں کے بارے میں مجھے ایذائیں پہنچانی شروع کر دیں واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں میری دانست میں تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا یہ سُنتے ہی حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہو گئے، فرمانے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں موجود ہوں، اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے جُدا کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں

کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے۔ یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد بن معاذؓ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلہ کی حمیّت آگئی اور ان کی طرفداری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذؓ سے کہنے لگے نہ تو تُو اسے قتل کرے گا، نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلے کا ہوتا تو تُو اس کا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا۔ یہ سُن کر حضرت اسید بن حضیرؓ کھڑے ہو گئے یہ حضرت سعد بن معاذؓ کے بھتیجے تھے کہنے لگے اے سعد بن عبادہؓ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے۔ آپ منافق ہیں کہ منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں۔ اب اُن کی طرف سے ان کا قبیلہ اور ان کی طرف سے اُن کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آگئے اور قریب تھا کہ اوس و خزرج یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ممبر پر انہیں سمجھانا اور چُپ کرانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہوگئی۔ حضورؐ بھی خاموش ہو رہے یہ تو تھا وہاں کا واقعہ۔ میرا حال یہ تھا کہ سارا دن بھی رونے ہی میں گزرا۔ میرے اس رونے نے میرے والدین کی بھی سٹی گم کر دی تھی۔ وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے تو رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ انصار کی ایک عورت آئی اور وُہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے جو اچانک رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے

اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ قسم خُدا کی جب سے یہ بہتان بازی شروع ہوئی تھی آج تک رسولِ خدا میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے۔ آپؐ نے بیٹھتے ہی اوّل تو تشہد پڑھا، پھر اما بعد پڑھ کر فرمایا کہ اے عائشہؓ! تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر۔ بندہ جب گناہ کر کے اپنے اقرارِ گناہ کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ آپؐ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سُنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا، آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ پاتی تھی میں نے اوّل تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسولِ کریمؐ کو آپ ہی جواب دیں لیکن انھوں نے کہا واللہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضورؐ کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ آپ رسُولِ خدا کو جواب دیں۔ لیکن انھوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ میں نے کہا آپ سب نے ایک بات سُنی اور اُسے اپنے دل میں بٹھا لیا، گویا سچ سمجھ لی اور اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بَری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی میں اس سے بالکل بَری ہوں لیکن تم لوگ نہیں مانو گے

25285

ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کر لوں حالانکہ خدا تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے ۔ میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت ابو یوسفؑ کا یہ قول ہے : فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۔ "پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو، اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ ہی میری مدد کرے"۔ اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی ۔ بخدا مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں ۔ اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسولؐ کو ضرور معلوم کرا دے گا ۔ لیکن یہ تو میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں گی ۔ میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلامِ خدا کی آیتیں اُتریں ۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ حضورؐ کو میری برأت دکھا دے ۔

واللہ ! ابھی تو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضورؐ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی مبارک سے پسینے کی پاک بوندیں ٹپکنے لگیں ۔ سخت سردی میں بھی وحی کے نازل ہونے کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی ۔ جب وحی اُتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضورؐ کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے ۔ سب سے پہلے آپؐ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ عائشہؓ خوش ہو جاؤ ۔ اللہ تعالیٰ نے

تمہاری برأت نازل فرما دی۔ اسی وقت میری والدہ نے فرمایا کہ بچی حضورؐ کے سامنے کھڑی ہو جا۔ میں نے جواب دیا کہ واللہ! نہ تو میں آپؐ کے سامنے کھڑی ہوؤں اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی تعریف کروں۔ اُسی نے میری برأت اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے۔ اس لیے میں تو اسی کی تعریف کروں گی اور اُسی کا شکریہ ادا کروں گی۔

(تفسیر ابنِ کثیر ج ۳)

دوسرا باب

اسلام کے پہلے خطیبؓ کے ساتھ مشرکینِ مکہ کی بدسلوکی

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے: ابھی اسلام کا آغاز تھا۔ صرف اڑتیس آدمی مُسلمان ہُوئے تھے۔ مکّے کی بستی کافروں سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ والسّلام کی محبت سے سرشار تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے التجا کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں کو اعلانیہ آپؐ کی رسالت کی اطلاع دوں اور آپؐ سے فیض یاب ہونے کی دعوت دوں۔ آپؐ

نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! ابھی ذرا صبر سے کام لو۔ ابھی ہم تعداد میں کم ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ پر غلبۂ حال طاری تھا۔ انھوں نے پھر اصرار کیا حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بے خوف وخطر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دی۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فکان اوّل خطیب دعا الی اللہ والی رسولہ.

"حضورؐ کی بعثت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پہلے خطیب ہیں جنھوں نے لوگوں کو اللہ اور اسکے رسولؐ کیطرف بلایا۔"

مشرکینِ مکّہ آپ پر ٹوٹ پڑے آپ کو سخت پیٹا اور روندا، عتبہ بن ربیعہ نے آپ کے چہرے پر بے تحاشا تھپڑ مارے۔ آپ قبیلہ بنو تمیم سے تھے، آپ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے۔ مشرکین سے انہیں چھڑا کر اُن کے گھر چھوڑ آئے۔ حضرت ابوبکرؓ بے ہوش تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ جانبر نہ ہوسکیں گے وہ دن بھر بے ہوش رہے۔ جب شام ہوئی تو آپ کو ہوش آیا، آپؓ کے والد ابو قحافہ اور آپ کے قبیلے کے لوگ آپ کے پاس کھڑے تھے، ہوش آتے ہی پہلی بات انھوں نے یہ کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ان کے قبیلے کے لوگ سخت برہم ہوئے اور انہیں ملامت کی کہ جس کی وجہ سے یہ ذلت و

رسوائی تمھیں اٹھانی پڑی اور یہ مارپیٹ تمھیں برداشت کرنی پڑی ، ہوش میں آتے ہی تم پھر اسی کا حال پوچھتے ہو۔ ان عقل کے اندھوں کو کیا خبر تھی کہ ان کی خاطر سختیاں جھیلنے میں جو لذت ہے وہ دنیا داروں کو پھولوں کی سیج اور بستر کیمخاب پر بھی حاصل نہیں ہوتی ۔

ع اے جفا ہائے تو خوشتر زوفائے دیگراں

ان کے قبیلے کے لوگ مایوس ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے ، اور ان کی ماں اُمّ الخیر سے کہہ گئے کہ جب تک محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت سے یہ باز نہ آجائے اس کا بائیکاٹ کرو اور اسے کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔ ماں کی مامتا تھی ، جی بھر آیا۔ کھانا لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دن بھر کے بھوکے ہو کچھ کھا لو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا :

"فان للہ علیّ ان لا ازوق طعامًا ولا اشرب شرابا او آتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم"

"ماں خدا کی قسم میں کھانا نہیں چکھوں گا اور پانی کا گھونٹ تک نہ پیوں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں"

حضرت عمرؓ کی بہن اُمِّ جمیل آگئیں اور بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بخیریت ہیں اور دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ زخموں سے چور تھے ، چلنے کے قابل نہ تھے ، اپنی ماں کا سہارا لے کر بارگاہِ رسالت

میں حاضر ہوئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پر جھک پڑے اور انھیں چوما۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سخت گریہ طاری تھا۔

(رحمۃ للعٰلمین)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسمائؓ کے ساتھ ابوجہل کی بدسلوکی کا واقعہ

ہجرت کی رات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو اپنے بستر پر سُلا گئے صبح ہُوئی تو حضرت علیؓ حسبِ معمول نیند سے بیدار ہُوئے ۔ قریش قریب جاکر انہیں پہچانا، پوچھا محمدؐ کہاں ہے ؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا مجھے کیا خبر میرا پہرہ تھا ۔ تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے قریش غصّہ اور ندامت سے علی رضی اللہ عنہٗ پر پل پڑے ان کو مارا اور خانہ خدا تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر تک حبسِ بیجا میں رکھّا۔ آخر چھوڑ دیا۔ اب وہ ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے گھر آئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسمار بنت ابوبکرؓ باہر نکلیں ۔ ابوجہل نے پوچھا، لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟ وہ بولیں ، بخدا مجھے معلوم نہیں ۔ بدزبان و درشت خُو ابوجہل نے ایسا طمانچہ مارا کہ اسمٰؓ کے کان کی بالی نیچے گر گئی ۔

نینوا کے نصرانی غلام عداس کے اسلام لانے کا ایمان افروز واقعہ

ابوطالب اور سیدہ خدیجہؓ دونوں کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کی غرض سے طائف تشریف لائے۔ طائف بارونق شہر ہے اور موسم کے لحاظ سے عرب کا شملہ سمجھا جاتا ہے۔ مکہ معظمہ سے مغرب کی طرف چند میل پر واقع ہے یہاں آنحضرتؐ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا جو ظلم و سرکشی میں مکہ والوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ طائف کے بڑے بڑے چودھریوں نے شہر کے اچکوں کو ہشکا دیا۔ جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھراؤ کر کے لہولہان کر دیا اور آنحضرتؐ گھبرا کر انگوروں کی بیلوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔

قریشِ مکہ کے بڑے چودھری ربیعہ کی زمینداری طائف میں تھی۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے شیبہ اور عتبہ یہاں آئے ہوئے تھے۔ رسولِ خداؐ کو اس حال میں دیکھ کر انہیں ترس آگیا۔ اور اپنے عیسائی غلام عداس کے ذریعے پلیٹ میں انگور کے خوشے لگا کر پیش کرائے۔ عداس نینوا (بابل) کا باشندہ تھا۔ اس نے رسول اللہؐ کے سامنے انگور کے خوشے رکھ دیئے۔ آنحضرتؐ نے بسم اللہ پڑھ کر تناول فرمانا شروع کر دیا۔ بسم اللہ پر عداس کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ عرض کیا: اے صاحب! اس بستی کے رہنے والے

تو یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ خدارا مجھے بھی اس کی حقیقت بتائیے۔

رسولِ خداؐ: تمہارا وطن کہاں ہے؟ اور مذہب کیا ہے؟ عداس: میرا وطن نینوا ہے اور مذہباً نصرانی ہوں۔ رسولِ خداؐ: وہی نینوا جہاں ایک مرد صالح یونسؑ بن متیٰ پیدا ہوئے۔

(یونسؑ بن متیٰ بھی خدا کے رسول تھے۔)

عداس: یونس بن متیٰ کو آپ نے کیسے جانا؟ رسولِ خداؐ: یونسؑ نبی میرے بھائی تھے۔ میں بھی نبی ہوں۔ رسولِ خداؐ کی زبان سے یہ کلمہ ابھی پوری طرح ادا نہ ہوا تھا کہ عداس نے سر سے پاؤں تک حضرت کے روئیں روئیں کو بوسہ دیا۔ شیبہ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس سے نہ رہا گیا، غلام واپس لوٹا تو کہا: اے بدنصیب! تو اس شخص سے کس غضب کی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا۔ عداس: اس وقت دُنیا جہاں میں یہ شخص سب سے بہتر ہے اس نے مجھے ایسی باتیں بتائی ہیں جنہیں دوسرا جان بھی نہیں سکتا۔ شیبہ: ارے تیرا دین اس کے دین سے بدرجہا بہتر ہے اس کے دین میں نہ چلے جانا اور ایسا ہی ہوا۔ عداسؓ مسلمان ہو گئے۔ جب شیبہ اور عتبہ جنگِ بدر کے لیے نکلے تو عداس مکہ سے باہر ثنیتہ البیضاء نام کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شیبہ اور عتبہ ادھر سے گذرے تو حضرت عداسؓ نے روک کر کہا: وہ شخص واقعی رسُول ہے آپ کا آگے قدم اٹھانا خود کو مقتل میں لے جانا ہے۔ مگر شیبہ اور عتبہ کی تقدیر میں اپنے سرغنہ ابو جہل سے ہم بغل

ہو کر بدر کے اندھے کنویں کی نجس موت درج تھی اور عماس کے مقدر میں
بدر کی شہادت کا عروج ! اور ایسا ہی ہوا۔ (ابنِ ہشام)

خبابؓ بن ارت کا ایمان لانا

خبابؓ بن ارت کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں اسلام کا اظہار مکّہ میں ایسا شدید جرم تھا۔ جس کی سزا میں مال و دولت، عزت و ناموس ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ لیکن حضرت خبابؓ نے اس کی مطلق پروا نہ کی اور ببانگِ دہل اپنے اسلام کا اظہار کیا، یہ غلام تھے۔ ان کا کوئی حامی مددگار نہ تھا۔ اس لیے کفار نے ان کو مشقِ ستم بنا لیا اور ان کو بڑی دردناک سزائیں دیتے تھے۔ ننگی پیٹھ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ کر ایک آدمی اوپر سے مسلتا اور وہ اس وقت تک ان انگاروں پر کباب ہوتے رہتے۔ جب تک خود زخموں کی رطوبت آگ کو نہ بجھاتی لیکن اس سختی کے باوجود زبان کلمہ حق سے نہ پھرتی۔ رحمۃ للعالمینؐ اس کس مپرسی کی حالت میں تالیفِ قلب فرماتے تھے۔ لیکن ان کا آقا اتنا سنگدل تھا کہ وہ ان کے لیے اتنا سہارا بھی نہ برداشت کر سکا۔ اور اس کی سزا میں لوہا آگ میں تپا کر اس سے ان کا سر داغا۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ میرے لیے بارگاہِ ایزدی میں دُعا فرمائیے کہ وہ مجھ کو اس عذاب سے نجات دے۔ آپؐ نے

دُعا فرمائی کہ خدایا خبابؓ کی مدد کر۔ بارگاہِ ایزدی میں دعا قبول ہُوئی تو حضرت خباب کو اپنے سنگدل آقا سے نجات ملی۔ آپ نے مدتوں کے بعد حضرت عمرؓ کو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی تو تپائے ہوئے سونے کی طرح سنگدل قریش کے ظلم وستم کا یہ سکّہ آپ کی پیٹھ پر چمک رہا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سیرت صحابہؓ جلد ۳)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہٗ کے اسلام لانے کا واقعہ

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یہود کے جلیل القدر عالم اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی اولاد سے تھے۔ ان کا اصل نام حصین تھا اور وہ یہود بنی قینقاع سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دن انھوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات طیّبات سُنے۔ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔ " اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو (بھوکوں، محتاجوں کو) کھانا کھلایا کرو اور خونی رشتوں کو جوڑے رکھو۔ (قطع رحمی نہ کرو) اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں "۔ یہ ہدایت آموز کلمات سُن کر حضرت عبداللہ کا دل نُورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی بعثت کی پیشین گوئی صحائفِ قدیمہ میں درج ہیں۔ دوسرے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے چند پیچیدہ

مسائل دریافت کیے۔ حضورؐ نے ان کا اطمینان بخش جواب دیا، تو عرض کی:
یا رسول اللہؐ! میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسُول ہیں،
حضورؐ نے ان کے قبولِ اسلام پر مسرّت کا اظہار فرمایا اور ان کا اسلامی
نام عبداللہؓ رکھا۔ اب حضرت عبداللہؓ نے عرض کی۔ یارسُول اللہ میری قوم
بڑی بدطینت ہے۔ انھوں نے سُن لیا کہ میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو
گیا ہوں تو مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھیں گے۔ اس لیے میرے اسلام
کی خبر کے اظہار سے پہلے ان سے دریافت کرلیں کہ ان کی میرے متعلق کیا
رائے ہے۔ حضورؐ نے یہود کے اکابر کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو حضورؐ نے
فرمایا: تم توریت میں نبی آخر الزماںؐ کی نشانیاں پڑھتے ہو اور جانتے ہو کہ میں
خدا کا رسُول ہوں۔ میں تمہارے سامنے دِینِ حق پیش کرتا ہوں۔ اسے قبول
کرکے فلاحِ دارین حاصل کرو۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم نہیں جانتے کہ آپ
خُدا کے رسُول ہیں۔ سرورِ عالمؐ نے فرمایا: "حصین بن سلام تمہاری قوم میں کیسے
ہیں؟" سب یہودیوں نے بیک آواز جواب دیا: "وہ ہمارے سردار اور سردار
کے بیٹے ہیں۔ وہ ہمارے عالم کے بیٹے ہیں وہ ہم میں سب سے اچھے اور
سب سے اچھے کے فرزند ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا: اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو
کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے۔ یہودی ناک بھوں چڑھا کر بولے خدا انہیں آپکی
حلقہ بگوشی سے محفوظ رکھے۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اب حضورؐ نے حضرت
عبداللہؓ بن سلام کو سامنے آنے کا حکم دیا۔ وہ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے

باہر نکلے اور یہودیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا؟ اے اعیانِ قوم! خدائے واحد سے ڈرو اور محمدؐ پر ایمان لاؤ، بلاشبہ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔" حضرت عبداللہؓ کا قبولِ اسلام یہود پر برقِ خاطف بن کر گرا وہ غم و غصہ سے دیوانے ہوگئے۔ اور چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ یہ شخص (عبداللہؓ بن سلام) ہم میں سب سے بُرا اور سب سے بُرے کا بیٹا ہے۔ ذلیل بن ذلیل اور جاہل بن جاہل ہے۔ حضرت عبداللہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے یہود کی اخلاقی پستی دیکھ لی مجھے ان سے اسی افترا پردازی کا اندیشہ تھا۔

(سیرت ابنِ ہشام جلد ۲)

حضرت ابوذرؓ کا ایمان لانا

ابوذرؓ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کچھ اُڑتی سی خبر سُنی۔ انھوں نے اپنے بھائی سے کہا، تم جاؤ مکّہ میں اس شخص سے مل کر آؤ۔ انیس برادرِ ابوذرؓ ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا۔ پھر بھائی کو جا بتایا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسا شخص پایا جو کہ نیکیوں کے کرنے اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ ابوذرؓ بولے، اتنی سی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوئی۔ آخر خود پیدل چل کر مکّہ پہنچے۔ حضرت ابوذرؓ کو حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبۃ اللہ ہی میں لیٹ رہے۔ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ انھوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذرؓ بولے، "ہاں" علی مرتضٰیؓ بولے، "اچھا میرے ہاں چلو۔" یہ رات کو وہیں رہے۔ نہ علی مرتضٰیؓ نے کچھ پوچھا، نہ ابوذرؓ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی۔ ابوذرؓ پھر کعبہ میں آگئے۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضٰیؓ پھر آپہنچے۔ انھوں نے فرمایا شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ نہیں ملا۔ ابوذرؓ بولے "ہاں"۔ علی مرتضٰیؓ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انھوں نے پوچھا تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابوذرؓ نے کہا "راز میں رکھو تو میں بتا دیتا ہوں" علی مرتضٰیؓ نے وعدہ کیا۔ ابوذرؓ نے کہا "میں نے سُنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا وہ یہاں سے کچھ تسلّی بخش بات لے کر نہ گیا اس لیے خود آ گیا ہوں۔ علی مرتضٰیؓ نے کہا کہ تم خوب آئے اور خوب ہُوا کہ مجھ سے ملے دیکھو میں انہی کی خدمت میں جارہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جاکر دیکھوں گا۔ اگر اس وقت ملنا نامناسب ہوگا تو دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا درست کر رہا ہوں۔ الغرض ابوذرؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمتِ نبویؐ میں پہنچے اور عرض کیا "مجھے

بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟" آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا اور ابوذرؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابوذرؓ! تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ، جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے تب آنا" ابوذرؓ بولے، بخدا! میں تو ان دشمنوں میں اعلان کرکے جاؤں گا۔ اب ابوذرؓ کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انھوں نے سب کو باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ کر سُنایا۔ قریش نے کہا کہ اس بے دین کو مارو، لوگوں نے انھیں مارنا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آگئے انھوں نے جب انھیں جھک کر دیکھا تو کہا کم بختو! یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انھوں نے پھر سب کو سُنا کر کلمہ پڑھا۔ لوگوں نے پھر مارا اور حضرت عباسؓ نے ان کو چھڑا دیا۔ کچھ دن مکّہ میں قیام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اُن کے گھر واپس ہونے کا حکم کر دیا اور فرمایا کہ میں عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اور اپنی قوم کو جا کر اسلام کی تبلیغ کرو۔ شاید کہ خدا اُن کو ہدایت دے اور اُس کے صلہ میں تمہیں بھی اجر ملے۔ انھوں نے آپؐ کا ارشاد پاتے ہی روانگی کی تیاری شروع کی اور وطن کا سفر شروع کرنے سے پہلے اپنے بھائی انیس سے ملے، انھوں نے پوچھا کیا کرکے آئے ہو، جواب دیا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل

ہوگیا ہوں - یہ سُنتے ہی آپ کے بھائی نے بھی اسلام قبول کر لیا - یہاں سے دونوں بھائی تیسرے بھائی انس کے پاس پہنچے - وہ بھی ان کی دعوتِ اسلام دینے پر مشرف با اسلام ہوئے - اس کے بعد تینوں وطن پہنچے اور دعوتِ حق میں اپنا وقت صرف کرنے لگے - اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہدایت دی اور سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا -

(رحمۃ للعٰلمین ع۱)

حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت طفیل بن عمرو دوسی مکہ میں آئے - یہ قبیلہ دوس کے سردار تھے اور نواحِ یمن میں اُن کے خاندان کی رئیسانہ حکومت تھی - طفیلؓ بذاتِ خود شاعر اور دانش مند شخص تھے اہلِ مکّہ نے آبادی سے باہر جاکر ان کا استقبال اور اعلےٰ پیمانہ پر خدمت و تواضع کی - طفیلؓ کا اپنا بیان ہے "کہ مجھے اہلِ مکّہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے اس سے ذرا بچنا - اُسے جادو آتا ہے - جادو سے باپ، بیٹے، زن و شوہر، بھائی بھائی میں جُدائی ڈال دیتا ہے - ہماری جمعیّت کو پریشان اور ہمارے نام ابتر کر دیئے ہیں - ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے اس لیے ہماری پُر زور نصیحت ہے کہ نہ اُس کے پاس جانا، نہ اس کی بات سُننا اور نہ خود بات چیت کرنا" یہ باتیں انھوں نے ایسی عُمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تھا تو کانوں کو

روئی سے بند کر لینا تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کی بھنک بھی میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیّت یہ تھی کہ اُن کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے اس لیے میں نے سُنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، باعلم ہوں، اچھّے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟ اور کون سی روک ہے؟ کہ میں اس کی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں۔ میں یہ ارادہ کرکے ٹھہر گیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر کو چلے تو میں بھی پیچھے ہو لیا اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا واقعہ مکّہ میں آنے، لوگوں کے بہکانے، پنبہ درگوش رہنے اور آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے کچھ سُن پانے کا کہہ سُنایا اور عرض کیا مجھے اپنی بات سنائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑھا بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی نہ سُنا تھا نہ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔ الغرض طفیلؓ اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ،

(سیرت ابنِ ہشام جلد ۱)

حضرت اسود الراعیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ

خیبر کا محاصرہ جاری تھا کہ ایک چرواہا از خود رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: "یا رسول اللہ مجھے اسلام کے ضروری مسائل کی تعلیم فرمائیے (انبیاءؑ کی تشریف آوری کا مقصد ہی اسلام کی اشاعت ہے) اس شخص کا نام اسود اور لقب راعی تھا۔

تلقینِ اسلام کے بعد جب اسوؓد نے کلمہ شہادت پڑھا تو اُنکے سامنے دو منزلیں تھیں:

ا۔ اپنی نگرانی کا ریوڑ اسکے مالک کے حوالے کرنا جو قلعہ بند تھا۔

ب۔ مسلمانوں سے مل کر لڑائی میں شرکت۔

مگر اب اس ریوڑ کو کیا کریں؟ بکریوں کا مالک قلعہ بند بیٹھا تھا یہ مالک یہودی تھا اور خیبر میں صرف یہودی آباد تھے۔

رسُولِ خُداؐ: اسوؓد! بکریاں جہاں سے ہانک لائے ہو اُن سمت ان کا رُخ پھیر دو وہ خود بخود اپنے باڑے میں پہنچ جائیں گی۔

اسوؓد نے اس پر اتنا اور اضافہ کیا کہ مٹھی میں کنکریاں لیں اور ریوڑ پر پھینکتے ہوئے کہا: "اب میں تمہاری چوپانی نہیں کر سکتا اپنے مالک کے ہاں چلی جاؤ۔" دیکھتے ہی دیکھتے بکریاں قلعے کی دیوار کے نیچے پہنچ گئیں۔ جہاں ان کا باڑہ تھا۔ اسوؓد امانت سے سبکدوش ہوتے ہی مسلمانوں کی

صفوں میں شامل ہو گئے اور اپنے بھائیوں کے دوش بدوش دادِ شجاعت دینے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد دشمن کا پتھر لگنے سے شہید ہو گئے۔ یہ دوسرے مسلمان ہیں جنھوں نے ایک بھی نماز ادا نہ کی۔ مگر رسولِ کریمؐ نے ان کی نجات و قبولیّت کا بشدّت اعتراف فرمایا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سامنے اسوؓد کی لاش رکھی گئی تو آپؐ نے شرم و حیا کی حالت میں منہ دوسری طرف کرلیا اور ایک لمحہ کے بعد جب لاش کی طرف متوجہ ہوئے، تو عرض کیا گیا یا حضرتؐ! منہ پھیر لینے کا کیا سبب تھا؟ آپ کو اسوؓد کی لاش سے کیوں حیا آئی؟ رسول خداؐ: "اس وقت اسوؓد کی لاش کے ساتھ دو حُورعین ان کی منکوحہ بیویوں کے بدل میں موجود تھیں۔" (سیرتِ ابنِ ہشام ج ۲)

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کے ایمان لانے کا واقعہ

ہر انسان موت کے آئینے میں اپنے دل کی آپ بیتی کا مرقع دیکھ لیتا ہے۔ اگر اس نے اپنی زندگی میں حسد، نفاق، ریا اور بُرائی کے ساتھ عہد و مودّت استوار رکھا ہو تو موت یہی تحائف اس کے سامنے لاکر رکھ دیتی ہے اگر اس نے محبت، خلوص، خدمت اور دیانت کو شمع حیات بنایا ہے تو موت انھیں انوار کا گلدستہ بناتی ہے اور اس کی نذر کر دیتی ہے۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا انتقال موت میں زندگی کے

انعکاس کی بہترین مثال ہے۔

قبولِ اسلام سے پہلے آپ کا نام عبد العزّیٰ تھا۔ ابھی شیرخواری کی منزل میں تھے کہ باپ کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نہایت غریب تھی۔ اس لیے چچا نے پرورش کا بیڑا اٹھایا جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو چچا نے اونٹ بکریاں، غلام، سامان اور گھر بار دے کر ضروریات سے بے نیاز کر دیا ہجرتِ نبویؐ کے بعد توحید کی صدائیں عرب کے گوشے گوشے میں گونجنے لگی تھیں اور ان کے کان میں برابر پہنچ رہی تھیں چونکہ لوحِ فطرت بے میل اور شفاف تھی، اس لیے انھوں نے دل ہی دل میں قبولِ اسلام کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اسلامی آواز جو عرب کے کسی گوشے میں بلند ہوتی، ان کے لیے ذوق و شوق کا تازیانہ بن جاتی، قبولِ اسلام کے لیے ہر روز قدم بڑھاتے مگر چچا کے خوف سے پھر پیچھے ہٹا لیتے۔ انھیں ہر وقت اسی کا انتظار رہتا تھا کہ چچا اسلام کی طرف مائل ہوں تو یہ بھی آستانہ حق پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ اس انتظار میں ہفتے گزرے، مہینے بیتے اور سال ختم ہو گئے یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور دینِ حق کی فیروز مندیاں رحمتِ ایزدی کا ابرِ بہار بن کر کوہ و دشت پر پھول برسانے لگیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تطہیرِ حرم کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تھے کہ ذوالبجادین کا پیمانۂ صبر بھی لبریز ہو گیا۔ آپ چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا محترم چچا میں کئی برس سے آپ کے قبولِ

اسلام کی راہ تک رہا ہوں مگر آپ کا حال وہی ہے جو پہلے تھا۔ اب میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا، مجھے اجازت دے دیجئے کہ آستانۂ اسلام پر سر رکھ دوں۔

ذوالبجادین کو جس بات کا خطرہ تھا وہی پیش آگئی۔ ادھر قبولِ اسلام کا لفظ ان کے منہ سے نکلا، ادھر چچا آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا اگر تم اسلام قبول کرو گے تو میں اپنا ہر سامان تم سے واپس لے لوں گا۔ تمہارے جسم سے چادر اتار لوں گا۔ تمہاری کمر سے تہہ بند تک چھین لوں گا۔ تم اپنی دنیا سے بالکل تہی دست کر دیئے جاؤ گے اور ایسے حال میں یہاں سے نکلو گے کہ تمہارے جسم پر کپڑے کا ایک تار بھی باقی نہیں ہو گا۔

ناظرین: ذوالبجادین کی حالت کا اندازہ کیجئے۔ چچا کے الفاظ سے انھیں یوں معلوم ہوا کہ گویا اللہ تعالیٰ نے موجوداتِ عالم کو ایک مینڈھا بنا کر اُن کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر حکم دیا ہے کہ یہ ہے تمہاری ساری زندگی اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ذبح کر دو ذوالبجادین ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اس ذبحِ عظیم کے لیے تیار ہو گئے، اور فرمایا اے عمِّ محترم میں مسلمان ضرور ہوں گا۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرور اتباع کروں گا۔ اب میں شرک و بت پرستی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ آپ کا زر و مال آپ کے لیے مبارک اور میرا

اسلام میرے لیے مبارک ۔ تھوڑے دنوں تک موت ان چیزوں کو مجھ سے چھڑا دے گی ۔ پھر یہ کیا بُرا ہے اگر میں آج خود ہی انھیں چھوڑ دوں ۔ آپ اپنا سب مال و اسباب سنبھال لیں میں اس کے لیے دینِ حق کو قربان نہیں کر سکتا ۔ ذوالبجادین نے یہ کہا اور چچا کے تقاضا کے مطابق اپنا لباس اتار دیا ، جوتے اتار دیئے ، چادر اُتار دی اور اس کے بعد تہہ بند بھی اتار کر ان کے سپرد کر دیا پھر چچا کے بھرے گھر سے اس طرح نکلے کہ خدائے واحد کے نام پاک کے سوا کوئی بھی اور چیز ساتھ نہ تھی ۔ ؎

میں ہوں وہ گرم روِ راہِ وفا جوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا مجھ کو

اس حال میں آپ اپنی ماں کے گھر میں داخل ہوئے ۔ ماں نے انہیں مادر زاد برہنہ دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور پریشان ہو کر پوچھا : اے میرے بیٹے ! تمہارا یہ کیا حال ہے ؟ ذوالبجادینؓ نے کہا : "اے ماں ! اب میں مومن و موّحد ہو گیا ہوں ۔" اللہ ! اللہ ! مومن اور موّحد ہو گیا ہوں ، کے الفاظ ان کے حال کے کس قدر مطابق تھے ۔ انھوں نے اپنی مادی دولت و دنیا اپنے ہاتھوں بھسم کی تھی ۔ انھوں نے اسلام کے لیے اپنی زندگی کے تمام رشتوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک دیا تھا ۔ ان کے پاس نہ اونٹ تھے ، نہ گھوڑے تھے ، نہ بھیڑیں تھیں

اور نہ بکریاں، نہ سامان تھا، نہ مکان، نہ غذا، نہ پانی، نہ برتن، جسم پر کپڑے کا ایک تار نہ تھا۔ مادر زاد برہنہ اور سمجھ یہ رہے تھے، کہ اب میں مومن اور موحّد ہوا ہوں۔ ماں نے پوچھا: تو اب کیا ارادہ ہے؟ کہنے لگے: "اب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے ستر پوشی کے بقدر کپڑا دے دیا جائے۔" ماں نے ایک کمبل دیا۔ آپ نے وہیں اس کمبل کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا تہ بند کے طور پر باندھا اور دوسرا چادر کے طور پر اوڑھا اور یہ مومن اور موحّد اس حال میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کی تاریکی اپنی قوت ختم کر چکی تھی۔ کائنات سورج کا استقبال کرنے کے لیے بیدار ہو رہی تھی، پرندے حمدِ خُدا میں مصروف تھے۔ روشنی سے بھیگی ہُوئی بادِ سحر مسجد نبویؐ میں اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ گرد سے اٹا ہوا ذوالبجادینؓ تاروں کی چھاؤں میں مسجدِ نبویؐ میں داخل ہُوا۔ ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آفتابِ ہدایت کے طلوع کا انتظار کرنے لگا، تھوڑی دیر میں صحن مسجد کے ذرّات نے خوش آمدید کا ترانہ چھیڑا۔ معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحن مسجد میں قدم رکھا تو ذوالبجادینؓ سامنے تھا۔

رسول اللہ: آپ کون ہیں؟

ذوالبجادینؓ : ایک فقیر اور مسافر، عاشقِ جمال اور طالب دیدار میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔

رسول اللہ : (حالات سننے کے بعد) یہیں ہمارے قریب ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالعزیٰ کی بجائے عبداللہ نام رکھا اور اصحابِ صُفّہ میں شامل کر دیا۔ یہاں اللہ کا یہ مؤحد بندہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ قرآن پاک سیکھتا تھا اور آیاتِ ربّانی کو دن بھر بڑے ہی ولولے اور جوش سے پڑھتا رہتا تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ : اے دوست! اس قدر اونچی آواز سے نہ پڑھو کہ دوسروں کی نماز میں خلل ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) : اے فاروقؓ! انھیں چھوڑ دو یہ تو خدا اور رسولؐ کے لیے سب کچھ چھوڑ چکا ہے۔

رجب ۹ ھ کو اطلاع ملی کہ عرب کے تمام عیسائی قبائل قیصرِ روم کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور وہ رومی فوجوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ آپ نے اعلانِ جہاد فرمایا۔ عبداللہ ذوالبجادینؓ ولولہ جہاد سے لبریز تھا اور شوقِ شہادت سے سرشار تھا۔ اسی دُھن میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا اور کہنے لگا:

یا رسول اللہ! آپ دُعا فرمائیں کہ میں راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم کسی درخت کا چھلکا توڑ لاؤ۔ عبداللہؓ درخت کا چھلکا لے کر خوشی خوشی حاضرِ خدمت ہوا۔ حضورؐ نے چھلکا لیا اور اسے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

خداوندا! میں کفار پر عبداللہ کا خون حرام کرتا ہوں۔

عبداللہؓ ارشادِ نبویؐ پر کچھ حیران سا رہ گیا اور کہنے لگا: "یا رسول اللہ میں تو شہادت کا آرزو مند تھا" فرمایا: "جب تم راہِ خدا میں نکل پڑے پھر اگر بخار سے بھی مرجاؤ تو تم شہید ہو۔"

اسلامی فوج تبوک پہنچی تھی کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو سچ مچ بخار آگیا۔ یہی بخار ان کے لیے پیغامِ شہادت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے انتقال کی خبر پہنچائی گئی۔ تو آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لائے۔ ابنِ حارث فرنی سے روایت ہے کہ رات کا وقت تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہاتھوں سے میّت کو لحد میں اتار رہے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبر کے اندر کھڑے تھے اور حضرت عمرؓ سے فرما رہے تھے:

اَدِّبَا اِلٰی اَخِیْکُمَا

(اپنے بھائی کو ادب سے لحد میں اتارو)

جب میت لحد میں رکھ دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "اینٹیں میں خود رکھوں گا۔" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے قبر میں اینٹیں لگائیں اور جب تدفین مکمل ہو چکی تو دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

"الٰہی! میں آج شام تک مرنے والے سے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

حضرت ابنِ مسعودؓ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو فرمایا: "اے کاش! اس قبر میں آج میں دفن کیا جاتا۔ (انسانیت موت کے دروازے پر)

خبیبؓ بن عدی کے ایمان کا امتحان

دشمن جب محلہ چھوڑ دے یا شہر سے نکل جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے جب چھوڑا اور تمام جائدادیں کفار کے حوالے کرکے مکہ سے تین سو میل دور مدینہ میں جا آباد ہوئے تو کفار پہلے سے زیادہ بے قرار ہو گئے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان الگ رہ کر تیاری کریں گے، اہلِ عرب رسول اللہ کی دعوت کو قبول کرلیں گے اور جب یہ خطرہ دریا بن گیا تو ہماری سرداری کا جاہ و جلال، اسلام کے سیلابِ حق کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو پہل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ قریشِ مکہ

نے اپنی دماغی پریشانیوں کے ماتحت خود ہی "آ بیل مجھے مار" کی روش اختیار کرلی تھی۔ جب بدر اور اُحد کے میدانوں میں ان کے تیغ آزماؤں کا زعم باطل بھی ختم ہوگیا تو وہ سازش کے جال بھی بچھانے لگے۔ انھوں نے عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھیجا اور کہلوایا، اگر آپ ہمیں چند مبلغ عنایت فرمادیں تو ہمارے تمام قبیلے مسلمان ہو جائیں گے۔ حضورؐ نے عاصم بن ثابتؓ کی ماتحتی میں کل دس بزرگ صحابہؓ کا وفد ان کے ساتھ بھیج دیا۔

ایک گھاٹی میں کفار کے دو سو مسلح جوان مسلمانوں کے تبلیغی وفد کا انتظار کر رہے تھے۔ جب مبلغینِ اسلام یہاں پہنچے تو بے نیام تلواروں نے بجلی بن کر ان کا استقبال کیا۔ مسلمان اگرچہ اشاعتِ قرآن کے لیے گھروں سے نکلے تھے مگر تلوار سے خالی نہ تھے۔ احساسِ خطرہ کے ساتھ ہی دو سو کے مقابلے میں دس تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ آٹھ صحابیؓ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور خبیب بن عدیؓ اور زید بن دثنہؓ دو شیروں کو کفار نے محاصرہ کرکے گرفتار کر لیا۔ سفیان ہذلی انہیں مکہ لے گیا اور یہ دونوں صالح مسلمان نقد قیمت پر مکہ کے درندوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے گئے۔ حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زیدؓ کو حارث بن عامر کے گھر ٹھہرایا گیا اور پہلا حکم یہ دیا گیا کہ انہیں روٹی دی جائے اور نہ پانی، حارث بن عامر نے حکم کی تعمیل

کی اور کھانا بند کر دیا گیا۔ ایک دن حارث کا نو عمر بچہ چھری سے کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ اس مردِ صالح نے جو کئی روز سے بھوکا اور پیاسا تھا۔ حارث کے بچے کو گود میں بٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لے کر زمین پر رکھ دی۔ جب ماں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت خبیبؓ چھری اور بچہ لیے بیٹھے تھے۔ عورت چونکہ مسلمانوں کے کردار سے ناواقف تھی۔ یہ حال دیکھ کر لڑکھڑا گئی اور بے تابانہ چیخنے لگی۔ حضرت خبیبؓ نے عورت کی تکلیف محسوس کی تو فرمایا: "بی بی! تم مطمئن رہو، میں بچے کو ذبح نہیں کروں گا۔ مسلمان ظلم نہیں کیا کرتے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی حضرت خبیبؓ نے گود کھول دی۔ معصوم بچہ اٹھا اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔ قریش نے چند روز انتظار کیا جب فاقہ کشی کے احکام اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو قتل کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ کھلے میدان میں ایک ستون نصب تھا اور یہ اپنی بے بسی پر رو رہا تھا۔ اس کے چاروں طرف بے شمار آدمی ہتھیار سنبھالے کھڑے تھے، بعض تلواریں چمکا رہے تھے، بعض نیزے تان رہے تھے۔ بعض کمان میں تیر جوڑ کر نشانہ ٹھیک کر رہے تھے کہ آواز آئی خبیبؓ آ رہا ہے مجمع میں ایک شورِ محشر بپا ہو گیا۔ لوگ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ بعض لوگوں نے مستعدی سے ہتھیار سنبھالے اور حملہ کرنے اور خون بہانے کے لیے تیار ہو گئے۔ مرد صالح خبیبؓ قدم بہ قدم تشریف لائے اور

انھیں صلیب کے نیچے کھڑا کر دیا گیا۔ ایک شخص نے انھیں مخاطب کیا اور کہا: خبیبؓ ہم تمہاری مصیبت سے درد مند ہیں۔ اگر اب بھی اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔"

حضرت خبیبؓ خطاب کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان بچانا بے کار ہے۔ اس جواب کی ثابت قدمی بجلی کی طرح پُر شور بھیڑ پر گری۔ مجمع ساکت ہو گیا اور لوگ دم بخود رہ گئے۔ خبیبؓ کون آخری آرزو ہے تو بیان کرو ایک شخص نے کہا، کوئی آرزو نہیں، دو رکعت نماز ادا کر لوں گا۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا۔ بہت اچھا فارغ ہو جاؤ، ہجوم سے آواز آئی۔

پھانسی گڑی ہوئی ہے۔ حضرت خبیبؓ اس کے نیچے کھڑے ہیں تاکہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کریں۔ خلوص و نیاز کا اصرار ہے کہ زبانِ شاکر جو حمدِ حق میں کھل چکی ہے، اب کبھی بند نہ ہو۔ دستِ نیاز جو بارگاہِ کبریائی میں بندھ چکے ہیں، اب کبھی نہ کھلیں، رکوع میں جھکی ہوئی کمر کبھی سیدھی نہ ہو، سجدہ میں گرا ہوا سر کبھی خاکِ نیاز سے نہ اُٹھے۔ ہر بُنِ مُو سے اس قدر آنسو بہیں کہ عبادت گزار کا جسم تو خون سے خالی ہو جائے مگر اس کے عشق و محبت کا چمن اس انوکھی آبیاری سے رشکِ فردوس بن جائے۔

حضرت خبیبؓ کا دل محبت نواز، عشق و نیاز کی لذتوں میں ڈوب

چکا تھا کہ عقل مصلحت کیش نے انھیں روکا اور ایک ایسی آواز میں جسے صرف شہیدوں کی رُوح ہی سُن سکتی ہے۔ انھیں رُوحِ اسلام کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ اگر نماز زیادہ لمبی کرو گے تو کافر یہ سمجھے گا کہ مسلمان موت سے ڈر گیا ہے۔ اس پیغام حق کے ساتھ ہی حضرت خبیبؓ نے دائیں طرف گردن موڑ دی اور کہا: السّلام علیکم ورحمۃ اللہ، کفار نہیں بولے مگر ان کی کھنچی ہوئی تلواروں نے جواب دیا وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔ اب آپ نے بائیں طرف گردن موڑ دی اور کہا: السّلام علیکم ورحمۃ اللہ، کفار اب بھی خاموش رہے مگر نیزوں کی انیّاں اور تیروں کی زبانیں رو رو کر پکاریں:

"اے مجاہد اسلام! وعلیکمُ السّلام ورحمۃ اللہ"

مرد مجاہد خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلام پھیر کر صلیب کے نیچے کھڑے ہوگئے۔ کفار نے انھیں پھانسی کے ستون کے ساتھ جکڑ دیا اور پھر نیزوں اور تیروں کو دعوت دی کہ وہ آگے بڑھیں اور ان کے صدق و مظلومیّت کا امتحان لیں۔ ایک شخص آگے آیا اور اس نے خبیبؓ مظلوم کے جسم پاک کے مختلف حصّوں پر نیزے سے ہلکے ہلکے چرکے لگائے اور وہی خونِ اطہر جو چند ہی لمحے پیشتر حالت نماز میں شکر و سپاس کے آنسو بن کر آنکھوں سے بہا تھا اب زخموں کی آنکھ سے شہادت کے مشک بو قطرے بن کر ٹپکنے لگے۔ پیکرِ صبر خبیبؓ کے دردناک مصائب کا تصوّر کیجئے

اب ستون کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں ۔ کبھی ایک تیر آتا ہے اور دل کے پار ہو جاتا ہے ، کبھی نیزہ لگتا ہے اور سینے کو چیر دیتا ہے ۔ اُن کی آنکھیں آتے ہوئے تیروں کو دیکھ رہی ہیں ۔ ان کے عضو عضو سے خون بہہ رہا ہے مگر درد و تکلیف کی اس قیامت میں بھی ان کا دل اسلام سے نہیں ٹلتا۔

ایک اور شخص آگے آیا اور اس نے حضرت خبیبؓ کے جگر پر نیزے کی اَنی رکھ دی پھر اس قدر دبایا کہ وہ کمر کے پار ہو گئی ۔ یہ جو کچھ ہوا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں ۔ حملہ آور نے کہا "اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) یہاں لگ جائیں اور تم اس مصیبت سے چھوٹ جاؤ " پیکرِ صبر خبیبؓ نے جگر کے چرکے کو دل کی حوصلہ مندی سے برداشت کر لیا مگر یہ زبان کا گھاؤ برداشت نہ ہوا ۔ اگرچہ زبان کا خون نچڑ چکا تھا۔ مگر جوشِ ایمان نے اس خشک ہڈی میں بھی تابِ گویائی پیدا کر دی اور آپ نے جواب دیا : "اے ظالم ! خدا جانتا ہے کہ مجھے جان دے دینا پسند ہے ، مگر یہ پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں میں ایک کانٹا بھی چبھے ۔ نماز کے بعد حضرت خبیبؓ پر جو حالتیں گزریں آپ بے ساختہ شعروں میں انہیں ادا فرماتے ہیں ۔ ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

۱۔ لوگ انبوہ در انبوہ میرے گرد کھڑے ہیں ۔ قبیلے ، جماعتیں اور

جتھے، یہاں سب کی حاضری لازم ہو گئی ہے۔

۲۔ یہ تمام اجتماع اظہارِ عداوت کے لیے ہے یہ سب لوگ میرے خلاف اپنے جوشِ انتقام کی نمائش کر رہے ہیں اور مجھے یہاں موت کی کھونٹی سے باندھ دیا گیا ہے۔

۳۔ ان لوگوں نے یہاں اپنی عورتیں بھی بُلا رکھی ہیں اور بچے بھی، اور ایک مضبوط اور اونچے ستون کے پاس کھڑا کر دیا ہے۔

۴۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں اسلام سے انکار کر دوں تو یہ مجھے آزاد کر دیں گے مگر میرے لیے ترکِ اسلام سے قبولِ موت بہت آسان ہے؟ اگرچہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر میرا دل بالکل پُرسکون ہے۔

۵۔ میں دشمن کے سامنے گردن نہیں جھکاؤں گا۔ میں فریاد نہیں کروں گا۔ میں خوف زدہ نہیں ہوں گا۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اب اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

۶۔ میں موت سے نہیں ڈر سکتا۔ اس لیے کہ موت بہر حال آنے والی ہے۔ مجھے صرف ایک ہی ڈر ہے اور وہ دوزخ کی آگ کا ڈر ہے۔

۷۔ مالکِ عرش نے مجھ سے خدمت لی ہے اور مجھے صبر و ثبات کا حکم دیا ہے اب کفار نے زد و کوب کر کے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور میری تمام اُمیدیں ختم ہو چکی ہیں۔

۸۔ میں اپنی عاجزی، بے وطنی اور بے بسی کی اللہ تعالیٰ سے فریاد

کرتا ہوں۔ نہیں معلوم میری موت کے بعد ان کے کیا ارادے ہیں ؟ کچھ بھی ہو جب میں راہِ خُدا میں جان دے رہا ہوں تو یہ جو کچھ بھی کریں گے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔

۹۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔ اے اللہ جو کچھ آج میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ اپنے رسولؐ کو اس کی اطلاع پہنچا دے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت فاروق اعظمؓ کے عامل تھے۔ بعض اوقات آپ کو بیٹھے بیٹھے دورہ پڑتا اور آپ وہیں بیہوش ہو کر گر پڑتے۔ ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا آپ کو یہ کیا مرض ہے؟ جواب دیا: میں بالکل تندرست ہوں، اور مجھے کوئی مرض نہیں ہے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو پھانسی دی گئی تو میں اُس مجمع میں موجود تھا۔ جب وہ ہوش رُبا واقعات یاد آجاتے ہیں تو مجھ سے سنبھلا نہیں جاتا اور میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ (انسانیت موت کے دروازے پر)

عمیر بن وہیب قریشی کے اسلام لانے کا واقعہ

عمیر بن وہیب مکّہ سے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کے ارادے سے آئے۔ ہُوا یہ کہ بدر میں ان کا بیٹا اسیر ہو گیا۔ جس کی وجہ

سے ان کا دل ڈوب کر رہ گیا۔ بدر ہی میں صفوان کے والد امیہ بن خلف مارے گئے ان کے دل سے اپنے باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کا ملال نہ مٹ سکا۔ ایک روز شہر سے باہر مقام حجر میں صفوان اور عمیر دونوں کی ملاقات ہوگئی اور دونوں نے اپنے اپنے زخم ایک دوسرے کے سامنے کھول دیئے۔

صفوان: کیا کیا جائے بدر کے نتیجے نے ہمارے دل میں ناسور ڈال دیا ہے؟

عمیر بن وہیب: برادرِ عزیز! اس لڑائی کے انجام سے دنیا نظروں سے تاریک ہوگئی ہے۔ میں اگر زیرِ بار نہ ہوتا اور اپنے بعد بچوں کی گذر بسر کا سہارا بھی ہوتا تو مدینے جاکر محمدؐ کو دن دہاڑے قتل کر دیتا۔ میں آپ کے قرض اور آپ کے دونوں بچوں کی کفالت کا ذمہ دار ہوں عمیر، اور میرے لیے مدینے جانے کا یہ بہانہ کافی ہے کہ میں یہاں اپنے فرزند کی وجہ سے آیا ہوں جو مسلمانوں کے پاس اسیر ہے۔ (صفوان اور عمیر دونوں آپس میں چچا زاد بھائی تھے۔) صفوان نے سواری اور زادِ راہ کا انتظام کر دیا۔ عمیر نے تلوار کو آب دی پھر زہر میں بجھایا اور بدر کا انتقام لینے کے لیے مدینہ روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر مسجدِ نبویؐ کے سامنے سواری سے اُترے۔ ان کے دل میں کسی قسم کا ڈر نہ تھا صرف اپنے لختِ جگر کی اسیری کا خیال انتقام کے لیے ابھار رہا تھا۔ زہر میں

بجھی ہوئی تلوار گلے میں حمائل تھی ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نگاہ پڑ گئی ۔ دیکھا تو عمیر کے چہرے سے شرارت ٹپک رہی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا :

یارسول اللہ ! عمیر حاضری کی اجازت پر مُصر ہے مگر شرارت اس کے بشرے سے ٹپک رہی ہے ۔

رسُولِ خدا : اسے مت روکو ۔

عمرؓ نے مسلمانوں سے نگرانی کا اشارہ کرتے ہُوئے آنے والے کا راستہ صاف کر دیا ۔ رسُولِ خدا نے عمیر کو نگرانی میں آتے دیکھا تو اپنے یارانِ وفا کیش کو حلقہ توڑنے کا حکم صادر فرما کر منتشر کر دیا ۔ عمیر پیش ہوئے تو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حسبِ ذیل مکالمہ ہوا ۔

عمیر : صبح کا سلام پیش کرتا ہوں ۔ (یہ سلام جاہلیت کا تحفہ تھا ۔)

رسُولِ خدا : خدا نے مجھے آپ کے اس تحفے سے بے نیاز فرما کر اہلِ جنت کے ہدیہ سے سرفراز فرمایا ہے ۔ جس کا اظہار السّلام علیکم سے ہوتا ہے ۔

عمیر : اس تحفے سے تو آپ حال میں فیضیاب ہوئے ہیں ۔ اب تک ہمارے ہی مروجہ طریقہ سلام پر عمل پیرا تھے ۔

رسُولِ خدا : اس سفر سے آپ کا کیا مقصد ہے ؟

عمیر : ہمارے جو عزیز آپ کے ہاں اسیر ہیں ان کی خیر وخبر

کے لیے حاضر ہو گیا ہوں اور آپ سے بھی تو ہماری قرابت داری ہے۔

رسُولِ خدا : گلے میں تلوار کیوں حمائل کر رکھی ہے ؟

عمیر : خدا انہیں غارت کرے۔ انھی تلواروں نے ہمیں بدر میں آپ کے ہاتھوں ذلیل کرا دیا۔ اے صاحب کیا بتاؤں جس وقت میں سواری سے اُتر رہا تھا اسے ہاتھ میں لینا بھول گیا۔

رسُولِ خدا : عمیر ! سچ کہو یہاں کس ارادے سے آئے ہو؟ مکّہ میں حجر میں بیٹھ کر تیرے اور صفوان کے درمیان کیا طے ہُوا تھا؟

عمیر سہم گئے ، گھبرا کر عرض کیا "صفوان سے کیا طے ہوا تھا جو آپ ایسا فرما رہے ہیں ؟ آپ ہی فرمائیے"

رسُولِ خدا : صفوان سے تو یہی طے ہُوا تھا کہ تم مجھے قتل کردو وہ تمہارا قرض بھی ادا کرے اور تا زیست تمھارے اہل و عیال کی کفالت بھی کرے۔ اے عمیر ! تم کب چوکنے والے تھے وہ تو ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس نے میرا بال بیکا نہ ہونے دیا۔

عمیر : "اے محمدؐ ! میں شہادت دیتا ہوں ، آپ کے رسُولِ خدا ہونے کی اور خدا کے معبودِ برحق ہونے کی"

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری کم عقلی تھی کہ ہم آپ پر نازل شدہ وحی سے انکار کرتے رہے۔ یہ راز میرے اور صفوان کے درمیان تھا۔ اگر آپ پر وحیٔ صادق کا نزول نہ ہوتا تو آپ کیسے

معلوم کر سکتے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے سیدھی راہ میسّر آگئی حالانکہ نکلا میں بُرے ارادے سے تھا! رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام حاشیہ نشین اس گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے۔ (فرزاھم ایمان)

رسول اللہ نے عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آپ ابھی یہاں قیام کریں۔ اصحابؓ کو حکم دیا کہ ان کا قیدی رہا کر دیا جائے اور عمیر کو تھوڑی بہت قرآن کی تعلیم بھی دی جائے۔

عمیرؓ بن الاسود واپسی پر مُصر ہوئے کہ یا رسُول اللہ مکے میں تبلیغ کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ آپ نے بخوشی اجازت بخش دی۔

سبحان اللہ! قتل کرنے کے ارادے سے آنے والا مُبلّغ اسلام بن کر لوٹا۔

(مکالماتِ نبوتؐ)

حضرت امیر حمزہؓ کا اسلام لانا

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبیؐ کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل وہاں پہنچ گیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے گالیاں دیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گالیاں سُن کر چپ رہے تو اس نے ایک پتھر حضورؐ کے سر پر دے مارا جس سے خون بہنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حمزہ کو خبر ہوئی وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے

سر پر اس زور سے کمان ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ حمزہ پھر نبی علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا بھتیجے تم یہ سُن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ چچا جان میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہو۔ حضرت حمزہؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

شہادت

غزوۂ اُحد میں آپؓ نے بڑے بڑے دشمنوں کو خاک و خون میں سُلایا۔ وحشی غلام نے ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ آپؓ پر کیا۔ زخم ناف کے قریب لگا۔ جس سے آپ شہید ہو گئے۔ دشمنوں نے آپ کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا۔ پیٹ چاک کر ڈالا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ حال دیکھا تو سخت غمگین ہوئے اور سیّد الشہداء اور اسد اللہ و رسولہ کا خطاب عطا فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیرت الرسولؐ

ہندہ کا رحمۃ للعالمینؐ سے معافی مانگنے کا واقعہ

ابن جریر کی روایت ہے فتح مکہ کے موقع پر عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو آپؐ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسولؐ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ان بیعت کے لیے آنے والوں میں حضرت ہندؓ بھی تھیں جو عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی تھیں، یہی تھیں جنھوں نے اپنے کفر کے زمانے میں حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا پیٹ چیر دیا تھا۔ اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت میں آئی تھیں کہ کوئی انھیں پہچان نہ سکے۔ اس نے جب فرمان سُنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ لیکن اگر بولوں گی تو حضورؐ مجھے پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے۔ میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر وہ عورتیں سب خاموش رہیں اور ہند کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا۔ آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے۔ جب شرک سے ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضورؐ نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپؐ نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ چوری نہ کریں۔ اس پر ہندؓ نے کہا میں ابوسفیانؓ کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا خبر یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لیے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہٗ بھی اسی مجلس میں موجود تھے۔ یہ سُنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں سے جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آگیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں

تیرے لیے حلال کرتا ہوں۔ اب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قاتلہ اور اُن کے کلیجے کو چیرنے والی اور پھر اسے چبانے والی عورت ہند ہے۔ آپؐ نے انھیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سُن کر اور یہ حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بُلا لیا۔ انھوں نے آکر حضورؐ کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی تو آپؐ نے فرمایا تم وہی ہند ہو؟ ہند جی ہاں۔ فرمایا جاؤ آج میں نے تجھے مُعاف کیا۔ (ابن کثیر جلد ۵)

ابو ہریرہؓ کی ماں کے اسلام لانے کا واقعہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوگئے تو ان کو فکر ہوئی کہ اپنی بوڑھی ماں کو بھی اس سعادت میں شریک کروں۔ مگر وہ برابر انکار کرتی رہیں۔ ایک دن حسبِ معمول انکو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے شانِ نبوّتؐ میں کچھ ناروا الفاظ استعمال کیے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روتے ہُوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور یہ واقعہ بیان کرکے ماں کے اسلام لانے کے لیے طالبِ دُعا ہُوئے۔ رحمتِ عالمؐ نے دُعا فرمائی یا اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو اسلام کی ہدایت دے، واپس ہُوئے تو دُعا قبول ہو چکی تھی۔ والدہ اسلام قبول کرنے کے لیے نہا دھو کرتیار

ہو رہی تھیں جیسے ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ گھر پہنچے ماں نے پڑھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ آپ اپنی والدہ سے یہ الفاظ سُنتے ہی فوراً الٹے پاؤں فرطِ مسرت سے روتے ہوئے کاشانۂ نبویؐ پر حاضر ہُوئے۔ عرض کیا : یا رسول اللہ بشارت ہو۔ آپ کی دُعا قبول ہُوئی، خدا نے میری ماں کو اسلام کی ہدایت بخش دی۔ (سیرتِ صحابہؓ جلد ۲)

حضرت سعد بن مالکؓ کا واقعہ

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور اُن کا پُورا اطاعت گزار تھا جب مجھے خدا نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں: "بچے یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا ہے۔ سنو! میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دست بردار ہو جاؤ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور یونہی بھوکی مر جاؤں گی۔" میں نے اسلام کو نہ چھوڑا، میری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور چو طرف سے لوگ مجھ پر آوازے کسنے لگے کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میرا بہت دل تنگ ہُوا۔ میں نے اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا، خوشامدیں کیں، سمجھایا کہ خدا کے لیے اپنی ضد سے باز آجاؤ۔ یہ تو ناممکن

ہے کہ میں دینِ محمدؐ کو چھوڑ دوں اسی بحث و تمحیص میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا: میری اچھی اماں جان، سنو! تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو لیکن میرے دین سے زیادہ عزیز نہیں ہو۔ واللہ! ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں، تو بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دینِ اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔ واللہ! نہ چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہو گئیں اور کھانا پینا شروع کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

(صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت میں کسی کی فرمانبرداری
جائز نہیں ہے۔ (الحدیث)

حکومت دولت اور عورت کو ٹھکرانے والے صحابی کی داستان

حافظ ابنِ کثیرؒ اور حافظ ابنِ عساکرؒ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو رومی کافروں نے قید کر لیا۔ اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ، میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی کو تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ عبداللہ بن حذافہؓ

نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اپنے دینِ محمدیؐ سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے۔ چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ بار بار کہا جاتا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو، اور آپ پورے صبر و استقلال سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سُولی سے اتار لو۔ اور پیتل کی بنی ہوئی دیگ خوب تپا کر آگ بنا کر لاؤ۔) چنانچہ وہ پیش ہوئی۔ بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ مسکین صحابی اسی وقت چُرمُر ہو کر رہ گئے، گوشت پوست جل گیا اور ہڈیاں چمکنے لگیں پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ دیکھو اب بھی وقت ہے بات مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن ہے کہ میں خدا کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت

بادشاہ نے حکم دیا کہ انھیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لیے چرخی پر اُٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکل رہے ہیں ۔ اس وقت اس نے حکم دیا کہ رُک جائیں اور انھیں اپنے پاس بُلا لیا۔ اس لیے کہ اب اسے اُمّید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اس کے خیالات بدل گئے ہوں ، میری مان لے گا اور میرے مذہب کو قبول کر کے میری دامادی میں آکر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا۔ لیکن بادشاہ کی یہ تمنّا بے سُود نکلی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ ! آج ایک ہی جان ہے جسے راہِ خدا میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں ، کاش میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی تو آج میں سب جانیں راہ خدا میں اسی طرح ایک ایک کر کے فِدا کر دیتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا ، لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی ، بادشاہ نے آپ کو بُلا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا : کہ اس حالت میں میرے لیے جائز تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا۔ اب بادشاہ نے کہا : کہ اچھّا تم میرے سر کا بوسہ لے لو ، تو میں تمھیں اور تمھارے ساتھ کے

تمام قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں۔ آپ نے اسے قبول فرما لیا اور اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ آپ کو آپ کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے انھیں بڑے ادب کے ساتھ منبرِ رسولؐ پر بٹھایا اور فرمایا کہ عبداللہؓ اپنا واقعہ ہم کو سناؤ۔ چنانچہ جب آپ نے شروع کیا تو خلیفۃ المسلمینؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ کی پیشانی چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں۔ یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر کا بوسہ لیا اور پھر جمیع مسلمانوں نے، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ورضوا عنہ،)۔ ابنِ کثیر ج ۳

ایک بچے کے ایمان کی آزمائش

مسند احمد میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آرہا ہے۔ مجھے کوئی بچہ سونپ دو۔ میں اُسے جادو سکھا دوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے ہاں جاتا تو راستے میں ایک راہب کا گھر پڑتا۔ جہاں

وہ عبادت میں اور وعظ و نصیحت میں مشغول ہوتا یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریقہ عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا، آنے جانے یہاں رک جایا کرتا تھا، جادوگر بھی مارتا اور باپ بھی۔ کیونکہ وہاں وہ دیر سے پہنچتا اور یہاں بھی دیر سے آتا ایک دن بچے نے راہب کے سامنے یہ شکایت پیش کی۔ راہب نے کہا جب جادوگر تم سے پوچھے کہ کیوں دیر ہوگئی تو کہنا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور اگر گھر والے بگڑیں تو کہنا کہ جادوگر نے روک لیا تھا۔

یوں ہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا اور دوسری طرف کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھا۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے، کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک سانپ پڑا ہے۔ جس نے لوگوں کی آمدورفت بند کر رکھی ہے اِدھر والے اِدھر اور اُدھر والے اُدھر ہیں اور سب لوگ اِدھر اُدھر پریشان کھڑے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان لوں راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اُٹھاکر اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ اے خدایا اگر تیرے نزدیک راہب کا دین جادوگر کی تعلیم سے زیادہ محبوب ہے تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کردے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات مل جائے۔ پتھر لگتے ہی وہ جانور ہلاک ہوگیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہوگیا اور پھر لڑکے نے جاکر راہب کو خبر دی۔ اس نے کہا پیارے

بچے آج کے دن تو مجھ سے افضل ہے۔ اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہوا تو (لوگوں کو) میری خبر نہ کرنا۔

اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا۔ اس کی دُعا سے مادر زاد اندھے، کوڑھی، جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں یہ بات پڑی۔ وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے شفا دے دے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔

اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں، میں تو کسی کو شفا نہیں دے سکتا۔ شفا دینے والا اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں دعا کروں۔ اس نے اقرار کیا بچے نے اس کے لیے دُعا کی۔ اللہ نے اسے شفا دے دی۔

وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے پہلے کام کرتا تھا۔ اسی طرح کام کرنے لگا۔ اس کی آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں۔ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے دی ہیں۔ وزیر نے کہا نہیں، نہیں۔ میرا اور تیرا رب صرف اللہ ہے اب بادشاہ نے اس کی مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور پوچھنے لگا تجھے یہ تعلیم کس نے دی۔ آخر اس نے بتایا کہ میں نے اس بچے کے

ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے ۔ اس نے اسے بلایا اور کہا کہ اب تم جادو میں کامل ہو گئے ہو ۔ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگے ہو ۔ اس نے کہا غلط ہے میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا ہوں ۔ نہ جادوگر ہوں ۔ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ کہنے لگا : اللہ تو میں ہی ہوں ۔ اس نے کہا ہرگز نہیں ۔ بادشاہ نے کہا : پھر تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے تو اس نے کہا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس نے اب اس بچے کو طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کر دیں ۔ یہاں تک کہ راہب کا پتا لگا لیا اور راہب کو بلا کر کہا کہ اسلام کو چھوڑ دے ۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے اسے آرے سے چِروا دیا۔ پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین اسلام سے پھر جا ۔ اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ ۔ وہاں پہنچ کر بھی اگر دین سے باز آجائے تو اچھا ہے ورنہ وہیں سے لڑھکا دیں ۔ چنانچہ سپاہی اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جب اسے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ سے دعا کی : اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ ۔ (اے خدا جس طرح تو چاہے مجھے اس سے نجات دے)۔ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور سب سپاہی لڑھک گئے ۔ صرف وہی بچہ ہی باقی بچا رہا ۔ وہاں سے بادشاہ کے پاس گیا ۔ بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا میرے سب سپاہی کہاں ہیں؟

بچے نے کہا : خدا نے مجھے بچا لیا وہ سب ہلاک ہو گئے۔

بادشاہ نے اپنے دوسرے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور سمندر میں پھینک آؤ یہ لوگ اسے لے کر چلے۔ بیچ سمندر کے پہنچ کر جب اسے پھینکنا چاہا تو پھر وہی دعا کی بار الٰہا جس طرح تو چاہے مجھے ان سے بچا۔ دعا کے ساتھ ہی موج اٹھی اور سارے کے سارے سپاہی سمندر میں ڈوب گئے۔ صرف وہی بچہ باقی بچا۔ پھر وہ بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا : میرے رب نے مجھے بچا لیا اور اے بادشاہ تو چاہے کتنی تدبیریں بھی کرے تو مجھے ہلاک نہیں کر سکتا صرف ایک صورت ہے جس طرح میں کہوں اگر تو اس طرح کرے تو میری جان نکل سکتی ہے۔ اس بچے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو اور پھر کھجور کے تنے پر مجھے سُولی چڑھا اور میرے تیر کو میری کمان پر چڑھا اور بِسۡمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الۡغُلَامِ۔ (یعنی اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے۔) پڑھ کر تیر میری طرف پھینک وہ مجھے لگے گا اور میں مر جاؤں گا۔ بادشاہ نے یہی کیا۔ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا۔ چاروں طرف سے یہ آوازیں بلند ہونے لگیں : ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور کہنے لگے : ہم تو اس بچے کی ترکیب سمجھے ہی نہیں۔ دیکھیے اس کا اثر کیا پڑا۔ سب

لوگ دین اسلام میں داخل ہوگئے۔

ہم نے تو اسے اس لیے قتل کیا تھا کہ کہیں اس کا مذہب پھیل نہ جائے لیکن جو ڈر تھا سامنے آ ہی گیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ ان میں لکڑیاں بھرو اور آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے چھوڑ دو اور دوسرے کو اس میں پھینک دو۔ مسلمانوں نے صبر شکیب اور سہارے کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کیا اور اس میں کودنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا۔ ذرا جھجکی تو اس بچے کو خدا نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہے تم تو حق پر ہو، صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔

(ریاض الصالحین)

یہ شہادت گاہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

خون کا پیالہ

ابن ابی حاتم میں صدی بن عجلان سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی قوم کی طرف بھیجا کہ میں انھیں خُدا اور رسول کی طرف بلاؤں اور احکام اسلام اُن کے سامنے پیش کروں میں وہاں پہنچ کر اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ اتفاقاً ایک روز وہ ایک پیالہ

خون کا بھر کر میرے سامنے آبیٹھے اور حلقہ باندھ کر کھانے کے ارادے سے بیٹھے اور مجھ سے کہنے لگے آؤ صدی تم بھی کھا لو میں نے کہا تم غضب کر رہے ہو میں تو اُن کے پاس سے آرہا ہوں جو اُس کا کھانا ہم سب پر حرام کرتے ہیں ۔ تب تو وہ سب کے سب میری طرف متوجہ ہو گئے اور کہا پوری بات کہو تو میں نے یہ آیت پڑھ کر سُنا دی ۔

ترجمہ: تم پر مُردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو خدا کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا گیا ہو ۔ صدی بیان فرماتے ہیں میں وہاں بہت دنوں تک رہا اور انھیں پیغام اسلام پہنچاتا رہا ۔ لیکن وہ ایمان نہ لائے ۔

آزمائش

ایک دن جب کہ میں سخت پیاسا ہُوا اور پانی بالکل نہ ملا تو میں نے اُن سے پانی مانگا اور کہا کہ پیاس کے مارے میرا بُرا حال ہے ۔ تھوڑا سا پانی پلا دو لیکن کسی نے مجھے پانی نہ دیا بلکہ کہا ہم تو تجھے یونہی پیاسا ہی تڑپا تڑپا کر ماریں گے میں غمناک ہو کر دھوپ میں تپتے ہُوئے انگاروں جیسے سنگریزوں پر اپنا کمبل منہ پر ڈال کر سخت گرمی کی حالت میں گر پڑا، اتفاقاً میری آنکھ لگ گئی ۔ تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہترین جام لیے ہوئے اور اُس میں بہترین خوش ذائقہ

مزے دار پینے کی چیز لیے ہوئے میرے پاس آیا اور جام میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر اُس میں سے پیا۔ وہیں آنکھ کھل گئی۔ تو خدا کی قسم مجھے مطلق پیاس نہ تھی بلکہ اُس کے بعد سے لے کر آج تک مجھے کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ پیاس ہی نہیں لگی۔ یہ لوگ میرے جاگنے کے بعد آپس میں کہنے لگے: آخر یہ تمہاری قوم کا سردار ہے۔ تمہارا مہمان بن کر آیا ہے۔ اتنی بے رُخی ٹھیک نہیں کہ ایک گھونٹ پانی بھی ہم اُسے نہ دیں۔ چنانچہ اب یہ لوگ میرے پاس کچھ لے کر آئے، میں نے کہا کہ مجھے اب کوئی حاجت نہیں ہے۔ میرے رب نے کھلا پلا دیا۔ یہ کہہ کر میں نے اُنھیں اپنا بھرا ہُوا پیٹ دکھایا۔ اس کرامت کو دیکھ کر وہ سب کے سب مُسلمان ہو گئے۔

تیسرا باب

جنت کی بشارت سُن کر انگوروں کا گچھا پھینک دیا

ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سُن لیا کہ جو کوئی آج اللہ کی راہ میں شہید ہُوا اس کے لیے جنت واجب ہے ان کے ہاتھ میں انگوروں کا گچھا تھا، انگور کھا رہے تھے۔ انھوں نے حضورؐ

کے ارشاد کو سُنا اور پھر انگوروں کی طرف دیکھا اور کہا ، اوہ ! یہ انگور تو بہت ہیں۔ ان کے ختم کرنے میں تو بہت دیر لگے گی۔ میں جنت میں جانے سے اتنی دیر کیوں کروں ؟ یہ کہہ کر انگور پھینک دیئے۔ آگے بڑھے اور اپنا فرض ادا کرتے ہوئے فردوس کو سدھار گئے۔

(۲) دو ننھے مجاہدوں کا استفسار

چچا آپؓ ابوجہل کو جانتے ہیں ؟

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ صف بندی میں میرے دائیں بائیں نوجوان لڑکے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ میرے برابر کوئی آزمودہ کار ہوتا تو خوب ہوتا۔ یہ دونوں نوجوان معاذؓ و معوّذؓ تھے۔ ایک نے چپکے سے مجھے کہا کہ چچا آپ ابوجہل کو جانتے ہیں۔ جب ہمارے سامنے آئے تو مجھے بتانا۔ دوسرے نے بھی یہی بات آہستہ سے پوچھی۔ میں نے کہا تم کیا کرو گے اگر اسے دیکھ لو ؟ انھوں نے کہا ہم نے سُنا ہے کہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ ہم نے عہد کر لیا ہے کہ اسے ضرور قتل کریں گے یا اپنی جان دے دیں گے۔ اتنے میں ابوجہل چکر لگاتا ہُوا لشکر کے سامنے آیا۔ میں نے دونوں لڑکوں سے کہا ، دیکھو ابوجہل وہ ہے یہ سنتے ہی وہ دونوں ایسے جھپٹے جیسے شہباز کوّے پر گرا کرتا ہے۔ دونوں

نے اپنی اپنی تلواریں اس کے پیٹ میں بھونپ دیں۔ وہ گر پڑا۔ جان توڑ رہا تھا کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے اس کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر سر کاٹا اور ڈاڑھی سے پکڑ کر سر اٹھا لیا۔ آپؐ نے ہر سہ کی خدمات کو منظور فرمایا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

چوتھا باب

ایک شہید کی آرزو

سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ جنگِ اُحد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا آؤ ہم خدا سے اپنی اپنی آرزوؤں کی دُعا کریں۔ میں نے کہا، اچھا ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دُعا کی۔ الٰہی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پُورا ہو میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دُعا پر عبداللہ نے کہا آمین۔ پھر عبداللہ نے اپنے لیے دُعا کی۔

اَللّٰھُمَّ ارزقنی عدا	الٰہی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو، جو
رجلا شدیدًا باسہ	حملہ اور مدافعت میں کامل ہو - ہم
شدیدا احردہٗ اقاتلہ فیک	دونوں لڑیں، میرا لڑنا تیری راہ میں
ویقاتلنی فیقتلنی ثمّ	ہو پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے، پھر میری
یاخذنی فیجدع انفی و	ناک اور کان کاٹ لے - پھر جب
اذنی فاذا لقیتک	میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو
قُلت یا عبد اللہ فیم	تُو دریافت فرمائے کہ عبداللہ تیری ناک
جدع انفک واذنک	اور کان کیوں کاٹے گئے ؟ تب میں
فاقول فیک وفی	عرض کروں تیری راہ میں تیرے رسولؐ
رسولک، تتقول	کی راہ میں - تب تُو فرمائے کہ ہاں
صدقت -	تو سچ کہتا ہے -

سعدؓ کا قول ہے کہ عبداللہؓ کی دُعا میری دُعا سے بہتر تھی - چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہُوئے - (رحمتہ اللعلمین ج ۲)

جنگِ اُحد کا ایک شہید

میدان اُحد میں جنگ جاری تھی اور لاشیں خاک و خون میں تڑپ رہی تھیں - عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی حملہ کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹ رہے تھے اور میدان خالی ہو رہا تھا - انس بن نظر

میدان میں کھڑے یہ کہہ رہے تھے : خدایا میں مسلمانوں کے اس فرار کی معذرت تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں اور کفار کی اس سرکشی اور عدوان سے اظہارِ برأت کرتا ہوں۔ شمشیر ہاتھ میں تھی جسے لے کر آگے بڑھے سامنے سعید بن معاذؓ ملے۔ بولے اے سعید دیکھو سامنے جنت ہے، ربِّ کعبہ کی قسم! مجھے کوہِ اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ سعیدؓ کہتے ہیں میں تو یہ والہانہ گفتگو سُن کر بے قرار ہو گیا جس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پہنچی تھی تو سب کی ہمتیں چھوٹ گئی تھیں۔ بڑے بڑے کبار صحابی تلواریں پھینک کر بیٹھ گئے۔ انسؓ بن نظر نے شکستہ دل صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی دیکھ کر فرمایا کیا حال ہے۔ سب نے جواب دیا رہبرِ عالم نہ رہے تو ہم کس پر فدا ہوں۔ انسؓ بن نظر نے جوش میں آکر کہا : اے لوگو! تم بھی اس کام پر قربان ہو جاؤ جس پر اللہ کے رسولؐ قربان ہو گئے یہ کہہ کر مشرکین کی صفوں کی طرف بڑھے اور بے شمار کفار کو داخل فی النّار کر دیا اور خود بھی سخت مقابلے کے بعد شہید ہو گئے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب لاشوں کو جمع کیا گیا تو اُسّی سے زیادہ زخم آپ کے جسم مبارک پر تھے کسی سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ ہمشیرہ نے انگلیوں کے پوروں سے شناخت کیا کہ یہ میرے

بھائی کی لاش ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ (شہدائے اُحد)

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

عمارہؓ بن زیاد زخموں سے چور جان کنی کی حالت میں تھے کہ آنحضرتؐ سرہانے پہنچ گئے۔ فرمایا کوئی آرزو ہو تو کہو۔ عمارہؓ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر آپ کے قریب کر دیا اور اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ کر عرض کی: کہ اگر کوئی آرزو ہو سکتی ہے تو صرف یہی ہے:

گلستاں میں جا کر ہر گل کو دیکھ نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی خواہش یہی آرزُو ہے

(ترجمان القرآن۔

بوقتِ شہادت ایک صحابیؓ کی آرزو

جنگِ اُحد میں سعد بن ربیع کو لوگوں نے دیکھا زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کوئی وصیّت کرنی ہو تو کر دو۔ کہا اللہ کے رسول کو میرا سلام پہنچا دینا اور قوم سے کہنا ان کی راہ میں جانیں نثار کرتے رہیں۔

ترجمان القرآن

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

پانچواں باب

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں نے کہا پانی کا گھونٹ دوں۔ انھوں نے اشارہ سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور مرنے کے قریب تھے، آہ کی میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا وہ ہشام بن ابی العاص تھے، ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب اسی حالت میں ایک تیسرے صاحب دم توڑ رہے تھے، انھوں نے آہ کی، ہشام نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا میں ہشام کے پاس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

(ابن کثیر)

وہ ماں جس کے تمام بیٹے شہید ہوگئے تو پکار اٹھی

دنیا میں شاید ہی کسی عورت کے دل میں اپنے عزیزوں کے لیے ایسی محبت پیدا ہوئی ہوگی جیسی جاہلیّت کی مشہور شاعرہ خنسار کے دل میں تھی اس نے جو مرثیے اپنے بھائی صخر کے غم میں کہے ہیں تمام دنیا کی شاعری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔

یذّکرنی طلوع الشمس صخرا   واذکرہ بکل غروب شمس

"ہر صبح سورج کا نکلنا صخر کی یاد تازہ کردیتا ہے اور کوئی شام مجھ پر ایسی نہیں آئی کہ صخر کی یاد سامنے نہ آگئی ہو"

لیکن ایمان لانے کے بعد اسی خنسار کی نفسیاتی حالت ایسی منقلب ہوگئی کہ جنگ یرموک میں اپنے تمام لڑکے ایک ایک کرکے کٹوا دیئے اور جب آخری لڑکا بھی شہید ہوچکا تو پکار اُٹھی:

الحمد للہ الّذی اکرمنی بشہادتہم

ترجمان القرآن

چھٹا باب

کعبؓ بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بے انتہا دلچسپ اور رقّت آمیز ہے یہ انھوں نے اس وقت خود ہی بیان فرمایا جب بوڑھے اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

فرماتے ہیں میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں میں شرکتِ تبوک سے پیچھے رہ گیا۔ اس وقت میں انتہائی خوش حالی میں تھا۔ اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی میں نے خرید رکھی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی تو بڑی سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا۔ اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ ان کا اندراج رجسٹر پر نہ ہو سکتا تھا کعب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا حضرت کو علم ہو سکتا تھا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر وجہ سے غائب رہنے والے کا حضرت کو علم بھی نہ ہو سکے گا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت ہوئی ـــــ وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا۔ سایہ گستری بارآوری اور خنکی کا موسم تھا ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اٹھ کر جہاد کی تیاری کے لیے باہر نکلتا لیکن خالی واپس ہوتا۔ تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا۔ دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے۔ لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں۔ حتیٰ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھ مسلمان جہاد کے لیے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا میں تیاری کے لیے باہر نکلا، لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آ گیا حتیٰ کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر تبوک پہنچ گیا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا کہ جلدی سے پہنچ کر آپؐ کے ساتھ شامل ہو جاؤں ۔ کاش اب بھی کوچ کر جاتا۔ لیکن آخر کار

یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دُکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی خدا کی طرف سے معذور لنگڑے لُولے تھے۔ جب حضرت تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کر رہا ہے تو بنی سلم کے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا ہے یا رسول اللہ! اسمیں تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ رسول اللہ یہ سُن کر خاموش رہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ میں غلط حیلے سوچنے لگا تاکہ آپؐ کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا۔ اور جب معلوم ہوا کہ حضرتؐ تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ وچار سے دستبردار ہو گیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ میں کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر

لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ ہونے والے آ آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسّی سے کچھ اُوپر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم ظاہر انکی بات قبول کیے جارہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لیے طلبِ مغفرت کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آکر سلام عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا یہاں آؤ، میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا: تم کیوں رُکے رہے؟ کیا تم نے تیاری جہاد کے لیے خریداری نہیں کر لی تھی؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں اس وقت آپؐ کے سوا کسی اور سے بات کرتا تو صاف صاف بری ہو جاتا۔ کیونکہ مجھے بحث و تکرار اور معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں آپ کو راضی کروں گا۔ لیکن بہت جلد ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں نے سچ سچ کہہ دیا تو حسین عاقبت کی مجھے خدا کی طرف سے اُمید ہوسکتی ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا۔ میرے پاس عدم شرکتِ جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں یہ تُو سچ کہتا ہے۔ اچھا تم اب چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تعالےٰ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ

بھی میرے ساتھ اُٹھے اور ساتھ ہو لیے۔ اور کہنے لگے : خدا کی قسم ہم نے تمھیں پہلے کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم نے حضورؐ کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوسروں کے لیے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لیے بھی حضرت کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں۔ لیکن میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورتِ حال ہے۔ کہا ہاں تمہاری طرح کے اور دو آدمی ہیں۔ جنھوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں ؟ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیۃ الواقفی۔ کہا گیا کہ یہ دونوں مرد صالح ہیں۔ بدر میں شریک تھے۔ اب میرے سامنے ان کا نقشِ قدم تھا اس لیے میں دوبارہ حضرت کے پاس نہ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ حضرتؐ نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم سے ایسے بدل گئے ہیں کہ زمین پر رہنا ہمیں بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی رونے پیٹتے رہے میں ذرا سخت مزاج تھا۔ قوتِ برداشت تھی، جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا

نہ تھا۔ حضرتؐ کے پاس آتا۔ حضرتؐ تشریف فرما رہتے۔ میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لیے حضرتؐ کے ہونٹ ہلتے ہیں کہ نہیں، پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے آپ کو دیکھتا، میں نماز پڑھنے لگتا تو آپؐ مجھے دیکھتے۔ میں آپؐ کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہوتی گئی تو میں ابُو قتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے۔ میں انہیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا بخدا انھوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابُو قتادہؓ! تمھیں خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتے، مَیں خدا کو اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے خدا کی قسم دے کر بات کی پھر کچھ نہ بولے، میں نے پھر قسم دی۔ کچھ بھی نہ کہا، لیکن انجان پن سے بولے۔ خدُا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ہے میں پھُوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

ایک دن میں بازارِ مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا، لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کوئی پتہ دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہِ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ چونکہ پڑھا لکھا تھا، پڑھا تو لکھا تھا کہ:

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقاؐ نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمہیں کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے۔ تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو۔ تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں نوازیں گے۔"

میں نے یہ پڑھ کر کہا: میرے اللہ! یہ تو نئی مصیبت آپڑی۔ میں نے اس مکتوب کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں چالیس دن گزر گئے تو حضرتؐ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا حضرتؐ نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دے دوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا، کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتیٰ کہ خدا کا کوئی اور حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یارسول اللہ! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کے لیے کوئی آدمی نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت میں لگی رہوں تو آپ نامنظور تو نہ کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے آپ کی ناراضی کے دن سے آج تک لگاتار روتا رہتا ہے۔ میرے

گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بیوی سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کرو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اس بات کی حضرتؐ سے درخواست نہ کروں گا۔ نہ معلوم حضرتؐ کیا فرمائیں، میں نوجوان آدمی ہوں مجھے کسی سے خدمت لینے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم نے مزید دس دن گزارے اور لوگوں کے اس قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے۔ پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ یہ وسیع دُنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ "اے کعبؓ بن مالک! خوش ہو جا" یہ سنتے ہی سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی۔ مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاع سُنا دی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے دوڑے۔ ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی کیونکہ گھوڑے کی رفتار سے آواز

کی رفتار تیز تر ہوتی ہے چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سُنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اتار کر میں نے اُسے پہنا دیئے بخدا میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا میں نے اپنے لیے مستعار کپڑے لے کر پہن لیے۔ میں حضرتؐ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ دوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا۔ کعبؓ نے طلحہؓ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کیا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ کہنے لگے: خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہُوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمانے لگے خدا کی طرف سے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوش ہو جاتے تو آپؐ کا چہرہ چمک اٹھتا تھا۔ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کی خوشنودی آپکے چہرہ ہی سے ظاہر ہو جاتی۔ میں نے حضرتؐ سے عرض کی: یا رسول اللہ میری قبولیّت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیئے کہ میں اپنا سارا مال و متاع خدا اور رسولِ خدا

کی راہ میں لٹا دوں۔ حضرتؐ نے فرمایا : ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو۔ یہی بہتر صورت ہے میں نے کہا خیبر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لیے رکھ لیتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی۔ خدا کی قسم میں نے جب سے حضرتؐ سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا خدا سے دُعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی سچ بولنے کی توفیق دے۔ آمین (بخاری شریف)

ساتواں باب

حضرت عباسؓ کا واقعہ

ایک انصاری صحابی نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب راحت نہیں فرماتے ، اِدھر اُدھر کروٹیں لے رہے ہیں۔ اس نے پوچھا : حضورؐ کو کچھ تکلیف ہے۔ فرمایا نہیں مجھے تو عباس کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ اور وہی آواز مجھے نہیں سونے دیتی۔ انصاری اُٹھا اور عباس کی مشک بندھی کھول آیا۔ آپؐ نے جب عباس کی آواز نہ سُنی تو انصاری سے پوچھا، کہا میں اُن کی مشک بندھی کھول آیا ہوں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور سب اسیروں کے ساتھ یہی سلوک کرو۔ (اصحابِ بدر)

ابوجندلؓ کفارِ مکہ کی قید میں

ابوجندلؓ جو مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ قریش نے اسے قید کر رکھا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ موقع پاکر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکرِ اسلامی میں پہنچ گیا۔ سہیل جو کہ قریش کا وکیل تھا اس نے کہا: اے محمدؐ! معاہدہ کے مطابق ابوجندلؓ کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک عہدنامہ مکمل نہ ہو جائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہو سکتا۔

سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور ابوجندل کو قریش کے سپرد کر دیا گیا قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اس کی مشکیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابوجندلؓ! خدا تیری کشائش کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا۔

ابوجندلؓ کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سمجھ کر

ضبط کر گئے۔ ابو جندلؓ نے زندانِ مکہ میں پہنچ کر دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا خدا کی قدرت کہ ابو جندلؓ اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا، قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے۔ الغرض اس طرح ایک ابو جندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو اشخاص ایمان لے آئے۔

(سیرت ابن ہشام)

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی داستانِ مصیبت

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب پیدا ہوئیں تو اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا تھا۔ ابو العاصؓ کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخلِ اسلام ہو گئی تھیں مگر ابو العاصؓ کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگِ بدر

میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ ابتدائے ایام نبوت میں کافرانِ مکّہ نے ابوالعاصؓ کو بہت اُکسایا کہ وہ زینب کو طلاق دے دے مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر آپؐ نے اس فعل کی توصیف شکر گذاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابوالعاصؓ نے اسیریٔ بدر سے رہائی پانے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کر لیا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہجرت کی اجازت دے دے گا۔ چنانچہ سیّدہ اپنے والدِ مکرم کی خدمتِ اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیّدہ زینب کی مزاحمت ہبار بن الاسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ ہبار بن الاسود فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور رحمۃ اللعٰلمین نے اس کا جرم معاف کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے:

هِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ

"یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لیے اسے مصیبت پہنچی"۔

ابوالعاصؓ کو سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبّت تھی۔

ابو العاصؓ ۶ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے۔ اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریقِ جنگ تھا۔ اس لیے ابو بصیرؓ و ابو جندلؓ کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحدِ شام پر ایک پہاڑ پر جاگزیں تھے، اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا۔ مگر ابو العاصؓ کو گرفتار نہ کیا۔ ابو العاصؓ وہاں سے سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا۔ نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی:

اِنِّیْ قَدْ اُجِرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیْعِ

"میں ابو العاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں"

یہ آواز اس وقت سُنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو! "تم نے بھی کچھ سُنا، جو میں نے سُنا ہے؟" سب نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا:

اَمَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا علمت بشیئٍ کان حتّٰی سمعت منہ ما سمعتم انہ یجیر علی المسلمین ادناھم۔

"بخدا! مجھے اس سے پہلے کچھ علم نہ تھا۔ میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سُنی ہے اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ

مسلمان کو بھی حاصل ہے۔"

پھر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اُسے فرمایا: "بیٹی! ابو العاصؓ کو عزّت سے ٹھہراؤ خود اس سے الگ رہو، تُو اُسے حلال نہیں۔" سیّدہ زینبؓ نے عرض کیا کہ وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو۔ تم کو اس کا جو مال ہاتھ لگ گیا ہو تو یہ دادِ الٰہی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کراؤ، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل کی رسّی بھی واپس کر دی، ابو العاصؓ سارا مال لے کر مکّہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ تم تو وفی وکریم نکلے۔ تب ابو العاصؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی حال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی تو میں اب خلعتِ اسلام سے ملبّس و مزیّن ہوتا ہوں اور مدینہ کو

روانہ ہوں ۔ وہ مدینے پہنچے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے چھ سال کی مفارقت کے بعد نکاحِ اوّل ہی پر سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر رخصت کردیا۔

(سیرت ابن ہشام ج۔ ۲)

اُمّ المؤمنین اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں ۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو ہجرتِ حبشہ کو گیا تھا ، دائم الخمر تھا۔ اس لیے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہو گیا ، مگر اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام پر قائم رہیں ۔ اسلام کے لیے انھوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پردیس میں خاوند کا سہارا تھا ، اس کے مُرتد ہونے سے وہ بھی جاتا رہا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کا یہ حال معلوم ہُوا تو عمرو بن امیۃ الضمری کو مَلِک حبشہ کے پاس بھیجا اسے تحریر فرمایا تھا کہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیام شادی پہنچائے ۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پیغامِ نکاح دے کر بھیجی ۔ امّ حبیبہؓ اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ ان کو کوئی شخص امّ المومنینؓ کہہ کر پکار رہا ہے ۔ اب لونڈی سے یہ پیغام سُن کر انھوں نے اللہ تعالیٰ

کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا، عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلسِ نکاح خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔

(اس کے بعد اس قوم کے سامنے دینار رکھ دیئے۔)

پھر خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وکیل تھے خطبہ پڑھا۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سُنّت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا ہوتا ہے۔

اُمّ المؤمنین اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۴۴ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ سوتن عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے جو کچھ میں نے کہا سنا ہو، مجھے معاف کر دو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں اُمّ حبیبہ رضؓ نے کہا کہ تم نے مجھے شادماں کیا، خدا تم کو شادماں کرے۔

(رحمۃ للعلمین)

اُمِّ سلمہؓ سے اُمّ المؤمنینؓ

امّ سلمہؓ نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ان کے شوہر ابوسلمہؓ غالبًا گیارھویں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ امّ سلمہؓ نے سب سے پہلے اپنے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کی اور پھر مکّے میں واپس آگئے۔ دوسری مرتبہ جب ابوسلمہ اور امّ سلمہ اپنے بچے سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ ہجرتِ مدینہ کے لیے نکلے تو ابوسلمہؓ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علیٰ ہٰذا اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھرانے والوں نے اُمِّ سلمہؓ کو چھین لیا کہ اُمّ سلمہؓ جو کہ ہمارے خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے جا سکتے۔ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے، بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انھوں نے سفرِ ہجرت ترک نہ کیا، خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ میں چل پڑے۔ اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکے ہی میں رہیں، وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آکر بیٹھا کرتی تھیں، جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگ دل

عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ و آہ و فغاں پر نرما گیا ۔ انھوں نے بچہ بھی دے دیا اور سفر کی اجازت بھی دے دی یہ اللہ کی بندی تنہا مدینے کو چل پڑیں ۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرم تھے ۔ گو ابھی مسلمان نہیں ہُوئے تھے لیکن ان کو اُمّ سلمہؓ کی بے کسی اور تنہائی پر رحم آیا وہ ساتھ ہو گئے ۔ حضرت اُمّ سلمہ کو اونٹ پر سوار کراتے اور خود پیدل چلتے ۔ منزل پر پہنچ کر ان سے دُور جا کر ٹھہرتے ۔ جب منزل بہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستانِ مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا : دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے تم آگے بڑھو ، میں واپس جاتا ہوں ۔" یہ کہہ کر واپس چلے آئے ۔ اُمّ سلمہؓ پہلی عورت ہے جو ہجرت کر کے مدینے آئیں ۔ ان کے پہلے شوہر بڑے شہسوار اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے ۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے ۔ زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور جُمادی اُخریٰ ۴ ھ میں انھوں نے شہادت کی موت پائی ۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا ۔ اللہ میرے کنبہ کی اچھی نگہداشت کرنا ۔ بوقتِ شہادت چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو محبت اور قرابت ابو سلمہؓ سے تھی ان کا خیال کرتے ہُوئے نیز اُمّ سلمہؓ نے اسلام کے لیے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا ۔ ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

اُمّ سلمہؓ سے نکاح کرلیا۔ اور یہ اُمِّ سلمہ سے اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن گئیں۔ (رحمۃ للعلمین)

آٹھواں باب

ابوجہلؒ ابوسُفیان اور اخنسؓ بن شریق کا دیوارؒ سے لگ کر قرآن مجیدؒ سُننا

ابوجہل کے بارے کہا گیا ہے کہ وہ رات کو چُھپ کر حضرتؐ کی قرأت سُننے کے لیے آیا۔ اسی طرح ابوسفیان ابنِ صخر اور اخنس بن شریق بھی۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ صبح تک تینوں چھپ کر حضرتؐ سے قرآن سُنتے رہے۔ دن کا اجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہوگئی۔ ہرایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے (جب بات کُھلی) تو اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم کو قرآن سننے کے لیے نہیں آنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی آنے لگیں اور آزمائش میں پڑ جائیں۔ جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہونگے چلو قرآن سُن لیں۔ غرض یہ کہ صبح کے قریب پھر تینوں کا سنگم ہوا اور

خلافِ معاہدہ ہونے پر ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور دوبارہ معاہدہ کرلیا کہ اب کے نہ جائیں گے۔ (سبحان اللہ! قرآن اور وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے، بھلا ان کو کب سونے دیتا تھا۔) اور جب تیسری رات آئی تو پھر تینوں حضرتؐ کی مجلس میں گئے پھر صبح کے وقت معاہدہ کرلیا کہ آئندہ سے تو ہرگز نہیں آئیں گے۔ اب اخنس بن شریق، ابو سفیان بن حرب کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے ابو حنظلہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو قرآن سنا، اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

ابو سفیان کہنے لگا: اے ابو ثعلبہ! خدا کی قسم میں نے جو باتیں سنی ہیں، ان کو خوب پہچانتا ہوں اور اس کا جو مطلب ہے اس کو بھی جانتا ہوں لیکن بعض ایسی باتیں سنی ہیں جن کا مقصد اور معنی نہ سمجھ سکا تو اخنس نے کہا: خدا کی قسم میری بھی یہی حالت ہے۔ پھر اخنس وہاں سے چل کر ابو جہل کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو الحکم! محمدؐ سے جو کچھ سنا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ اور تم نے کیا سنا؟ تو ابو جہل نے کہا: کہ ہم اور بنو عبد مناف مقام شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست وگریباں رہے ہیں۔ انھوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انھوں نے خیر و سخاوت کی تو ہم نے بھی کی۔ حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس خدا کا ایک پیغمبر

ہے۔ اس پر آسمان سے وحی اُترتی ہے تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں۔ خدا کی قسم ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہیں کریں گے۔ اخنس یہ سن کر چلا گیا۔

افسوس کہ حق کو حق سمجھ کر بھی ایمان نہ لائے اور یوں ہی جھوٹی چودھراہٹ کے تحفّظ میں جہنم کی آگ کا سودا کر بیٹھے۔

تفسیر ابنِ کثیر

اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا فرشتوں کو دیکھ کر بدکنے لگا،

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رات کو سورۃ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ ان کا گھوڑا جو ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا، اُس نے اچھلنا کودنا بدکنا شروع کر دیا۔ آپ نے قرأت چھوڑ دی۔ گھوڑا بھی سیدھا ہو گیا۔ آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا۔ گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کیا۔ آپ نے پھر پڑھنا موقوف کیا۔ گھوڑا بھی ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ تیسری مرتبہ بھی یہ ہوا۔ چونکہ انکے صاحبزادے یحییٰ گھوڑے کے پاس ہی لیٹے ہوئے تھے۔ اس لیے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں بچے کو چوٹ نہ آجائے۔ قرآن کا پڑھنا بند کر کے اسے اُٹھا لیا۔ آسمان کی طرف دیکھا کہ جانور کے بدکنے کی کیا وجہ ہے؟ صبح

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپؐ سنتے جاتے اور فرماتے جاتے ــــ اُسیدؓ پڑھتے چلے جاؤ۔ حضرت اُسیدؓ نے کہا: حضورؐ تیسری مرتبہ کے بعد تو یحییٰ کی وجہ سے میں نے پڑھنا بالکل بند کردیا۔ اب جو نگاہ اُٹھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی چیز سایہ دار ابر کی طرح کی ہے اور اس میں چراغوں کی طرح کی روشنی ہے۔ بس میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر کو اُٹھ گئی۔ آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو، یہ کیا چیز تھی؟ یہ فرشتے تھے۔ جو تمہاری آواز کو سُن کر قریب آگئے تھے۔ اگر تم پڑھنا موقوف نہ کرتے تو وہ صبح تک یونہی رہتے اور ہر شخص انہیں دیکھ لیتا۔ کسی سے نہ چھپتے۔

ایک صحابیؓ کے نکاح کا ایمان افروز واقعہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی کہ حضورؐ میں نے اپنے آپ کو آپکے حوالے کر دیا، جو آپؐ میرے متعلق فیصلہ فرمائیں گے مجھے منظور ہے آپؐ نے اسے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ وہ عورت وہیں بیٹھ گئی۔ ایک صحابی کھڑے ہُوئے اور عرض کیا: حضورؐ! اگر آپ کو ضرورت نہیں تو میرا ہی اس سے نکاح کروا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تیرے پاس مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم!

حضورؐ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے عزیزوں کے پاس جاکر کچھ لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا: خدا کی قسم یا رسولؐ اللہ! مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ آپؐ نے فرمایا: جا اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی مل جائے وہی لے آ۔ وہ گیا پھر لوٹ کر آیا، کہنے لگا: خدا کی قسم حضورؐ! لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ یہ میری لنگی حاضر ہے، چادر نہیں تھی۔ آدھی لنگی اس کو دے دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: بھلا اس لنگی سے کیا ہو سکتا ہے؟ اگر تُو پہنے گا تو عورت پر کچھ نہیں رہے گا اور اگر عورت لے گی تو تیرے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ یہ سُن کر وہ (مسکین صحابیؓ) مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد اُٹھا اور چل دیا۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ پیٹھ موڑ کر چل دیا تو فرمایا اس کو بُلاؤ۔ وہ بلایا گیا۔ جب حاضر ہُوا تو آپؐ نے فرمایا تمھیں قرآن کی کون کون سی سُورتیں یاد ہیں۔ اس نے عرض کیا حضورؐ! فلاں بھی اور فلاں بھی۔ اب شروع ہوئے اور سُورتوں کے نام ایک ایک کرکے گنوانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: جا اس قرآن کے بدلے میں میں نے اس عورت کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا جا کر اس کو قرآن سکھا دینا۔ (بخاری شریف)

ایک باعصمت لڑکی اور کفل کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولؐ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی بار یہ سُنا آپؐ فرماتے کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو ہمیشہ رات دن بُرائی میں پھنسا رہتا تھا۔ کوئی سیاہ کاری ایسی نہ تھی۔ جو اس سے چھوٹی ہو۔ نفس کی کوئی ایسی خواہش نہ تھی جو اس نے پُوری نہ کی ہو۔ ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر زنا کاری کے لیے آمادہ کیا۔ جب وہ تنہائی میں اپنے بُرے کام کے ارادے پر مستعد ہوتا ہے تو وہ نیک بخت بیدِ لرزاں کی طرح تھرّانے لگتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔ چہرے کا رنگ فق پڑ جاتا ہے، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کلیجہ بانسوں اُچھلنے لگتا ہے، کفل حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ اِس ڈر، خوف، دہشت اور وحشت کی کیا وجہ ہے؟

پاک باطن، شریف النفس، باعصمت لڑکی اپنی لڑکھڑاتی زبان سے بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیتی ہے: مجھے خدا کے عذابوں کا خیال ہے اس زبوں کام کو ہمارے پیدا کرنے والے خُدا نے حرام کر دیا ہے۔ یہ فعلِ بد ہمیں ہمارے مالک ذوالجلال کے سامنے ذلیل اور رُسوا کرے گا مُنعِمِ حقیقی محسنِ قدیمی کی یہ نمک حرامی ہے۔ واللہ! میں نے کبھی بھی خدا کی نافرمانی پر جرأت نہ کی۔ ہائے حاجت اور فقر و فاقہ، کم صبری اور بے استقلالی نے یہ روزِ بد دکھایا کہ جس کی لونڈی ہوں اس کے سامنے اس کے دیکھتے ہوئے اس کی نافرمانی کرنے پر آمادہ ہو کر اپنی عصمت بیچنے اور اچھوت دامن پر دھبہ لگانے پر

تیار ہو گئی۔ لیکن اے کفل! بخدائے لایزال، خوفِ خداوندی مجھے گھلائے جا رہا ہے۔ اس کے عذابوں کا کھٹکا کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ ہائے آج کا دو گھڑی کا لطف صدیوں خون تھکوائے گا اور عذابِ الٰہی کا لقمہ بنوائے گا۔ اے کفل! خدا کے لیے اس بدکاری سے باز آ۔ اور اپنی اور میری جان پر رحم کر۔ آخر خدا کو منہ دکھانا ہے۔

اس نیک نہاد اور پاک باطن اور عصمت مآب خاتون کی پُراثر اور بے لوث مخلصانہ سچی تقریر اور خیر صوابی نے کفل پر اپنا گہرا اثر ڈالا اور چونکہ جو بات سچی ہوتی ہے دل ہی میں اپنا گھر کرتی ہے۔ ندامت اور شرمندگی ہر طرف سے گھیر لیتی ہے اور عذابِ الٰہی کی خوف ناک شکلیں ایک دم آنکھوں کے سامنے آکر ہر طرف سے حتیٰ کہ دَر و دیوار سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ قدم بھاری ہو جاتے ہیں۔ دل تھرّا جاتے ہیں سو ایسا ہی کفل کو معلوم ہُوا۔ وہ اپنے انجام پر غور کرکے اپنی سیاہ کاریاں یاد کرکے رو دیا اور کہنے لگا۔ اے پاکباز عورت! تو محض ایک گناہ وہ بھی ناکردہ پر اس قدر کبریائے ذوالجلال سے لرزاں و ترساں ہے۔ ہائے میری تو ساری عمر اپنی بدکاریوں اور سیہ اعمالیوں میں بسر ہو گئی میں نے اپنے منہ کی طرح اپنے اعمال نامے کو بھی سیاہ کر لیا۔ خوفِ خدا کبھی پاس بھی نہ پھٹکنے دیا۔ عذابِ الٰہی کی کبھی بھولے سے بھی پرواہ نہ کی۔ ہائے میرا مالک مجھ سے غصّے ہوگا۔ اس کے عذاب کے فرشتے میری تاک میں ہوں گے۔ جہنم کی غیظ و غضب

اور قہر آلودہ نگاہیں میری طرف ہوں گی۔ میری قبر کے سانپ بچھو میرے انتظار میں ہوں گے۔ مجھے تو تیری نسبت زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ نہ جانے میدان محشر میں میرا کیا حال ہوگا۔ اے بزرگ عورت گواہ رہ۔ میں آج سے تیرے سامنے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ رب کی ناراضگی کا کوئی کام نہ کروں گا۔ خدا کی نافرمانیوں کے پاس نہ پھٹکوں گا۔ میں نے وہ رقم تمہیں اللہ کے واسطے دی اور میں اپنے ناپاک ارادے سے ہمیشہ کے لیے باز آیا۔ پھر بعد گریہ زاری کے جناب باری تعالیٰ توبہ و استغفار کرتا ہے۔ اور رو رو کر اعمال کی سیاہی دھوتا ہے۔ دامنِ اُمّید پھیلا کر دستِ دُعا دراز کرتا ہے کہ یا الٰہ العٰلمین میری سرکشی سے درگزر فرما۔ مجھے اپنے دامنِ عفو میں چھپالے۔ میرے گناہوں سے چشم پوشی کر مجھے اپنے عذابوں سے آزاد کر۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی رات کفل کا انتقال ہوگیا۔ صبح کو لوگ دیکھتے ہیں۔ اس کے دروازے پر قدرتاً لکھا ہُوا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ الْکِفْلَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کفل کے گناہ معاف کر دیئے۔

(ترمذی)

رب کی خاطر اپنی محبُوبہ کو چھوڑنے والا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابیؓ جن کا نام مرثد بن ابو مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھا۔ یہ مکّہ سے مسلمان قیدیوں کو اُٹھا کر

لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکار عورت مکّہ میں رہا کرتی تھی۔ جاہلیّت کے زمانہ میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا۔ حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لیے مکّے شریف گیا۔ ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا چاند اپنے حُسن سے جہان کو منوّر کر رہا تھا۔ اتفاق سے عناق آپہنچی اور مجھے دیکھ لیا، بلکہ پہچان بھی لیا۔ اور آواز دے کر کہا: کیا تُو مرثد ہے؟ میں نے کہا: ہاں مرثد ہوں۔ اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی۔ چلو رات میرے پاس گزارنا۔ میں نے کہا: عناق اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کر دی ہے۔ جب وہ مایوس ہوگئی تو اُس نے مجھے پکڑوانے کے لیے غُل مچانا شروع کیا اور آواز دی اے خیمے والو ہوشیار ہو جاؤ۔ دیکھو چور آگیا ہے یہی ہے جو تمھارے قیدیوں کو چرایا کرتا ہے۔ لوگ جاگ اُٹھے اور آٹھ آدمی مجھے پکڑنے کے لیے میرے پیچھے دوڑے۔ میں مٹھیاں بند کرکے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہی پیچھے غار پر آ پہنچے لیکن میں انھیں نہ ملا۔ یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ! ان کا پیشاب میرے سر پہ آ رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا کر دیا۔ اُن کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں۔ اِدھر اُدھر ڈھونڈ کر واپس چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر گزار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں

گے تو یہاں سے نکلا۔ پھر مکّہ کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اُس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا۔ چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا۔ میں نے انہیں کمر سے اتار کر اُنکے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا۔ اب اُٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا۔ چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی میں نے رسول اللہ سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔ آپؐ خاموش ہو رہے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا، پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اُتری:

ترجمہ: زانی۔ زانیہ یا مشرکہ ہی سے نکاح کرے۔ عورت زانیہ سے زانی یا مشرک ہی سے نکاح کرے۔ اور مسلمانوں پر یہ نکاح حرام ہے۔

توحضورؐ نے فرمایا اے مرثدؓ زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے۔ تُو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔ (ترمذی شریف)

ایک نوجوان خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہُوا اور زنا کی اجازت مانگی

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس کے راوی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک نوجوان خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا اور اس نے درخواست کی:

یا رسُول اللہ ! مجھے زنا کی اجازت دی جائے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی گستاخی بہت بُری معلُوم ہُوئی ۔ چنانچہ اس کو سب نے ڈانٹا اور اس کے سوال پر نفرت کا اظہار کیا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جوان سے فرمایا: قریب آجاؤ، وہ قریب آگیا ۔ آپ نے فرمایا : بیٹھ جاؤ ۔ وہ بیٹھ گیا ۔ اب آپؐ نے اس کو سمجھانے کے لیے سوال و جواب شروع کر دیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : کیا تم اس (زنا) کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو ؟

نوجوان : نہیں یا رسول اللہ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : دوسرے لوگ بھی اس بُرائی کو اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے ۔ اور پوچھا : اس (زنا) کو تم اپنی لڑکی کے حق میں اچھا جانتے ہو ؟

نوجوان : میں آپؐ پر نثار ہوں، نہیں یا رسول اللہ ۔

آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی اس بدکاری کو اپنی لڑکیوں کے لیے اچھا نہیں جانتے ۔ پھر پوچھا : اس بُرے کام (زنا) کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت کر سکتے ہو ؟

نوجوان ، ہرگز نہیں یا رسول اللہ ۔

آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی اس گندگی کو اپنی بہنوں کے حق

یں برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر سوال کیا: اچھا تم اس بُرے کام (زنا) کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرو گے؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ۔

آنحضرتؐ: دوسرے لوگ بھی اسی طرح اپنی پھوپھی کے لیے زنا کاری پسند نہیں کرتے۔ پھر فرمایا: یہ بتاؤ تم زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا کر لو گے۔

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ۔

آنحضرتؐ: دوسرے لوگ بھی زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا نہیں کرتے۔ اس طرح اس مسئلہ کو جب اس کے ذہن نشین کر چکے، تو آپؐ نے اپنا دستِ مُبارک اس پر رکھا اور دُعا فرمائی۔

"اے اللہ اس کے گناہ معاف کر دے۔ اس کا دل پاک فرما دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔"

راوی کا بیان ہے کہ اس تقریر اور دعائے نبویؐ کا یہ اثر ہوا کہ اس آدمی کو کبھی بھی اس کے بعد زنا کا خیال تک نہ گزرا۔ بات بھی کتنے پتہ کی بیان فرمائی گئی۔ غور کیجئے: کوئی ایسی عورت ہے جو کسی کی ماں، بہن نہ ہو۔ پھوپھی نہ ہو، خالہ نہ ہو؟ پھر یہ کیا انسانیت ہے کہ کسی کی ماں، بہن، لڑکی اور پھوپھی وغیرہ سے ناجائز ہم بستری کی جائے۔

دس صحابہؓ کا واقعہ جو رہبانیت کے لیے تیار ہو گئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک وقت تذکیر و تنبیہہ کر کے اُٹھے اور صرف عذابِ الٰہی سے خوف دلاتے رہے تو اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے دس آدمیوں نے کہا جن میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، عثمان بن مظعون بھی تھے۔ کہنے لگے: اگر نصاریٰ اور رُہبان اپنے اُوپر عیش و راحت حرام کر سکتے ہیں تو ہم کو ان سے بھی زیادہ اس کا حق ہے۔ چنانچہ بعض نے گوشت اپنے اُوپر حرام کر لیا۔ بعض نے نیند اور بعض نے عورتوں کو حرام کر لیا، چنانچہ ابنِ مظعون رضی اللہ عنہ نے عورت کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ نہ یہ اہل کے پاس جاتے اور نہ اہلیہ ان کے پاس آسکتی۔ اب ان کی عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن بھی بیٹھی ہُوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: اے حولا! یہ تجھے کیا ہو گیا؟ چہرے کا رنگ فق ہے۔ نہ کنگھی چوٹی ہے نہ تیل عطر؟ تو اس نے کہا کنگھی کر کے تیل و عطر لگا کے کیا کروں؟ میرا شوہر نہ مجھ پر آ گرتا ہے۔ نہ ذرا سا کپڑا تک میرا ہٹاتا ہے۔ سب کے سب اس کی بات سُن کر ہنس پڑے

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ۔ آپؐ نے فرمایا : سب کیوں ہنس رہی ہو ؟ عرض کیا : یا رسول اللہ ! حوالا ایسا ایسا کہہ رہی ہے ، تو آپؐ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر کہا یہ تو نے کیا کیا ؟ عرض کی حضورؐ ! میں نے یہ عیش خدا کے لیے چھوڑ دی ہے تاکہ عبادت کے لیے بالکل خاص رہوں بلکہ میرا تو ارادہ ہے کہ میں اپنے آپ کو مردانہ صفات ہی سے محروم کر لوں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تجھ کو خدا کی قسم ہے ہرگز ایسا نہ کرنا۔ فوراً گھر جا اور بیوی سے مل۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ! میرا روزہ ہے ۔ حضرتؐ نے فرمایا : روزہ توڑ دے ۔ انھوں نے حکم کی پوری تعمیل کی ۔ اب جو حوالا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس آئی تو کنگھی کی ہوئی ، سُرمہ اور عطر لگائے ہوئے تھیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ہنس کر پوچھا : حوالا ! کیا ہُوا؟ کہنے لگی : کل وہ آیا تھا۔

(تفسیر ابنِ کثیر)

برصیصا کا واقعہ

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے معالم التنزیل میں حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت عطاء وغیرہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے ، فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کا نام برصیصا تھا وہ ستّر (۷۰) سال سے خدا کی

عبادت کر رہا تھا۔ نماز پڑھنے کے لیے اپنے حجرے میں داخل ہوتا تو دس دن کے بعد باہر نکلتا، روزہ رکھتا تو دس دن کے بعد افطار کرتا۔ شیطان لعین نے اس کو گمراہ کرنا چاہا۔ کئی داؤ پیچ کیے لیکن وہ گمراہ نہ ہو سکا۔ آخر اس بڑے شیطان نے سب شیطانوں کی میٹنگ بُلائی اور کہنے لگا کیا تم میں سے کوئی مردِ میدان ہے کہ جو عابد برصیصا کو گمراہ کرے اور اس کو کافر کر کے مارے۔ ایک شیطان جس کا نام ابیض تھا، اس نے کہا اس کو گمراہ کرنا ایک معمولی بات ہے۔ اس نے گمراہ کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا اور وہاں سے رخصت ہوا اور عابد برصیصا کے پاس جا کر تھوڑے ہی فاصلے پر اپنا ڈیرہ جمایا اور ریاکارانہ طور پر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اور چالیس دن کے بعد نماز اور روزہ سے فارغ ہوتا اور باہر نکلتا اور کئی دفعہ اسّی (۸۰) دن کے بعد نماز روزہ سے فارغ ہوتا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ راہب برصیصا کو اس ابیض شیطان نے بڑی محبت کے لہجہ سے بلایا لیکن برصیصا نے کوئی جواب نہ دیا۔ برصیصا نے دس دن کے بعد نماز و روزہ سے فارغ ہو کر باہر نکل کر دیکھا تو وہ شیطان ابیض ہمہ تن عبادت میں مشغول تھا۔ اس کے دل میں اپنے ہم جنس ہونے کے خیال سے رحم آیا اور اس کے ساتھ گفتگو کرنے لگا اور کہنے لگا بھائی معاف فرمانا میں عبادت میں مشغول تھا۔ اس لیے جواب نہیں دے سکا۔ اب فرمائیے آپ کی کیا خواہش ہے؟ اس نے کہا میں آپ کے حجرہ مبارکہ میں آپ

کے ساتھ مل کر عبادت کرنا چاہتا ہوں ۔ اس عابد برصیصا نے کہا یہ ناممکن ہے ۔ آپ میرے حجرہ میں داخل نہیں ہو سکتے ۔ آخرکار برصیصا اپنے حجرہ میں داخل ہوکر عبادت میں مشغول ہوگیا ۔ اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دی ۔ اس کے بعد ابیض شیطان نے بھی چالیس روز عبادت میں گزار دیئے عابد برصیصا دس دن کے بعد نماز روزہ سے فارغ ہوکر باہر نکلا تو دیکھا تو وہ شیطان ابیض ہمہ تن عبادت میں مصروف ہے تو اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے ایسے عبادت گزار کو کیوں جواب دیا ۔ عربی کا مقولہ ہے کہ "الجنس یمیل الی الجنس" کہ جنس جنس کی طرف میلان کرتی ہے ۔ فارسی والوں نے یوں لکھا "کند ہم جنس باہم جنس پرواز، کبوتر با کبوتر باز با باز"

آخرکار اس نے ہم جنس ہونے کی وجہ سے اپنے حجرہ میں عبادت کرنے کی اجازت دے دی اور دونوں ایک برس تک عبادت میں مشغول رہے ۔ آخر عابد برصیصا نے یہ اعتراف کیا کہ آپ عبادت میں مجھ سے بڑھ کر ہیں اور تواضع اور فروتنی و عاجزی اختیار کی جس طرح جہلا آج کل جاہل پیروں کو بڑا رتبہ دیتے ہیں ۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں آخرکار ابیض شیطان نے کہا کہ اب میں ایک اور دوست دیا اپنے ہم مسلک کی طرف جارہا ہوں) یا میرے پیر و مرشد کا امر ہی اتنا تھا ۔ جتنا میں یہاں رہ چکا ہوں ۔ عابد برصیصا نے کہا کہ اب میرا دل آپ کی

جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اکٹھا رہنے اور مل کر عبادت کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے نہ جائیں۔ اس نے کہا اب میں نہیں رہ سکتا آپ تھوڑی عبادت کرتے ہیں میں نے جیسے سنا تھا ویسا نہیں دیکھا۔ اب میں آپ کو جاتے وقت تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ محض عبادت میں مشغول رہنا اور لوگوں کو نفع نہ پہنچانا یہ کوئی بڑی نیکی نہیں خیر الناس من ینفع الناس "لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے" میں آپ کو ایک وظیفہ بتلاتا ہوں جو بیمار آپ کے پاس آئے اس وظیفہ کو پڑھ کر لوگوں پر دم کریں۔ بیمار فوراً اچھے ہو جائینگے۔ اب وہ وہاں سے رخصت ہوا اور لوگوں کے گلے گھونٹنے لگا اور برصیصا کا نام لیتا کہ اسکے پاس جاؤ تم کو آرام ہو جائے گا۔ ورنہ اسی بیماری میں مبتلا رہوگے لوگ برصیصا کے پاس جاتے تو آرام ہو جاتا۔ آخر کار اس نے ایک شہزادی کا جاکر گلا گھونٹا۔ وہ شہزادی بہت خوبصورت تھی اس کے تین حقیقی بھائی موجود تھے اور باپ فوت ہو چکا تھا جو اپنے زمانہ کا بادشاہ تھا۔ اور اب حکومت کی باگ ڈور ان کے چچا کے ہاتھ میں تھی اور شہزادی کے بھائیوں نے بڑے علاج کرائے۔ لیکن شہزادی کو کوئی فائدہ نہ ہوا اور جھاڑ پھونک کرنے والے بہت آئے لیکن روز بروز مرض بڑھتا گیا۔ دم وغیرہ سے کوئی آرام نہ آیا۔ آخر وہ ابیض شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا برصیصا ولی کے پاس اس کو لے جاؤ اور اس سے دم کراؤ بالکل ٹھیک ہو جائے گی ورنہ اسی حالت میں رہے

گی۔ ادھر عابد برصیصا لوگوں کے آنے جانے سے بڑی پرہیز کرتا تھا اور مخلوقات سے نفرت کرتا تھا لیکن لوگوں کی آمدورفت شروع ہوگئی اور ابیض شیطان نے اپنے بڑے شیطان کو مبارک باد دی کہ میں نے برصیصا کو گمراہ کر دیا ہے۔ آخر الامر اس بیمار شہزادی کو برصیصا کے پاس لائے اور اس سے دم کرایا۔ وہ تندرست ہوگئی۔ بڑے عرصہ کے بعد شیطان نے اس کا پھر گلا گھونٹا تو شیطان ابیض نے ان کو کہا کہ اس کو ولی برصیصا کے پاس لے جاؤ تو تندرست ہوگی ورنہ نہیں پھر وہ شہزادی کو برصیصا کے پاس لائے وہ تندرست ہوگئی۔ چند دنوں کے بعد پھر شیطان نے گلا گھونٹا اور انسانی شکل بن کر پھر اس نے مشورہ دیا کہ اس کو برصیصا کے پاس لے جاؤ اور دم کراؤ تو صحت یاب ہوگی ورنہ نہیں اور مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہے کہ ولی کے حجرہ کے پاس ایک عمدہ کمرہ بناؤ، وہ کمرے بنانے سے انکار کرے تو تم ضرور بناؤ۔ ورنہ شہزادی کی یہی حالت رہے گی۔ آخر ان کے پاس حکومت تھی۔ انھوں نے وہاں ایک کمرہ بنا ہی دیا اور شہزادی کو وہاں چھوڑ دیا۔ دس دن آرام رہتا اور عابد دس دن کے بعد اپنے معمول پر اُترتا اور دم کرتا اور دس دن آرام رہتا۔ پھر دس دن کے بعد وہی حالت عود کرتی۔ آخر ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عابد برصیصا کی نظر شہزادی پر جا پڑی۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ کیسی خوبصورت عورت ہے اس کا مزا اڑاؤ۔ پھر توبہ کر لینا خدا کی مغفرت وسیع ہے آخر ولی نے اس کا وسوسہ قبول کر لیا اور اس

شہزادی سے اس نے مزا اڑایا اور پھر مسلسل مزا اڑاتا رہا حتیٰ کہ اس شہزادی کو حمل ٹھہرا۔ پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اب اس کو قتل کر کے کہیں جنگل میں دفن کر دو۔ ورنہ تمھاری تمام شہروں اور دیہاتوں میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ برصیصا ولی نے ایک عورت کو حمل کر دیا ہے۔ اب اس ولی نے اس شیطان کا وسوسہ قبول کر کے اس کو قتل کر دیا اور کہیں جنگل میں کسی پہاڑ کے دامن میں اس کو دفن کر دیا۔ اب ابیض شیطان اس شہزادی کے تینوں بھائیوں کو خواب میں ملا اور کہا کہ آپ کی بہن ساتھ برصیصا نے بدفعلی کر کے اور اس کو قتل کر کے کہیں جنگل میں دفن کر دیا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ خواب آیا ہے۔ آخر وہ عابد کے پاس آئے اور شہزادی کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں گئی؟ عابد نے کہا: اس کو جن اٹھا کر لے گیا۔ انھوں نے تسلیم کر لیا اور شرمندہ ہُوئے کہ ہم نے بے گناہ ولی پر تہمت لگائی ہے۔ اِدھر شیطان نے پھر دوبارہ شہزادی کے بھائیوں کو خواب میں ملا اور کہنے لگا کہ فلاں ویرانے اور فلاں پہاڑ کے پاس وہ مدفون ہے۔ پورا پتہ اور پوری نشاندہی کی۔ انھوں نے آن کر دیکھا تو سچ مچ قبر پہاڑ کے پاس ہے اور کپڑے کا ایک دامن جو شیطان نے دفن کرتے وقت باہر رکھا تھا وہ نظر آ رہا ہے اور قبر کی پوری تفتیش کی تو میّت حاملہ نکلی۔ خبر پھیلنے پر پولیس نے راہب برصیصا کے حجرہ کو گرا دیا۔ خوب مارا پیٹا اور زنجیروں میں جکڑ کر عدالت کے روبرو پیش کیا یہاں

شیطان نے برصیصا کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اب عدالت میں سچ سچ بولنا جھوٹ نہ بولنا ۔ گناہ پر گناہ اچھا نہیں ۔ چنانچہ عدالت عالیہ میں برصیصا نے سچ سچ واقعہ بیان کر دیا۔ عدالت نے پھانسی کا حکم صادر فرمایا اب وہ پھانسی کے تختے پر کھڑا ہوا تو ابیض شیطان عابد کی شکل بن کر سامنے آیا اور کہنے لگا تو نے تمام ولیوں اور بزرگوں کا بیڑا غرق کیا اور ان کی عزّت خاک میں ملادی ۔ اور کہنے لگا میں وہی عابد ہوں جو تیرے پاس رہ چکا ہوں برصیصا نے کہا کہ اب کوئی بچنے کی صورت ہے یا نہیں اس نے کہا مجھے سجدہ کر تو میں تجھ کو بچا لوں گا ۔ برصیصا نے اس کو سجدہ کیا تو وہ کہنے لگا میں عابد نہیں میں شیطان ہوں میرا مطلب و مقصد یہی تھا کہ میں تجھ کو کافر کر کے ماروں اب حکومت نے اس کو پھانسی دی اور وہ کافر ہو کر مر گیا ۔ مقام عبرت ہے کہ اگر سجدہ لغیر اللہ نہ کرتا تو دوسرے گناہ اگر اللہ چاہتا تو معاف کر دیتا اگر شرک نہ کرتا تو معافی کی امید تھی۔ اب اس کا خاتمہ کفر پر ہوا اور جہنم رسید ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(تفسیر محمدی)

نواں باب

ابوہریرہؓ نے تین چیخیں ماریں اور غش کھا کر مُنہ کے بَل گر پڑے

ایک بار شفیا اصبحی مدینہ آئے ۔ دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے ۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ لوگوں نے کہا : "ابو ہریرہؓ"۔ چنانچہ

یہ اُن کے پاس جاکر بیٹھ گئے ۔ اس وقت ابوہریرہؓ لوگوں کے سامنے حدیث بیان کر رہے تھے ۔ جب حدیث سُنا چکے اور مجمع چھٹا تو انھوں نے اِن سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی حدیث سُنائیے ، جس کو آپ نے اُن سے سنا ہو ، سمجھا ہو ، جانا ہو ، ابوھریرہؓ نے کہا ایسی ہی حدیث بیان کروں گا ۔ یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو کہا میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آپ نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور آپ کے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا ، اتنا کہہ کر پھر زور سے چیخ ماری اور پھر بے ہوش ہو گئے ۔ افاقہ ہوا تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا : میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور وہاں میرے اور آپ کے سوا کوئی نہ تھا ۔ یہ کہا اور چیخ مار کر ، غش کھا کر منہ کے بل گر پڑے ۔ شُفیا اصبحی نے تھام لیا ۔ اور دیر تک سنبھالے رہے ۔ ہوش آیا تو کہا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب خدا بندوں کے فیصلہ کے لیے اُترے گا تو سب سے پہلے تین آدمی طلب کیے جائیں گے ۔ عالمِ قرآن ، راہِ خدا میں مقتول اور دولت مند ۔ پھر اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا کیا میں نے تجھے قرآن کی تعلیم نہیں دی؟ وہ کہے گا ہاں خدایا ۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تم نے اس پر کیا عمل کیا؟

وہ کہے گا خدایا رات دن اسی کی تلاوت کرتا تھا۔ خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو اس لیے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھے قاری کا خطاب دیں چنانچہ خطاب دے دیا گیا۔ پھر دولت مند سے سوال کرے گا: "میں نے تجھ کو غنی کرکے لوگوں کی احتیاج سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟" وہ کہے گا: ہاں خدایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا۔ خدا فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تُو فیاض اور سخی کہلائے اور لوگوں نے کہا۔ پھر وہ جس کو راہِ خدا میں اپنی جان دینے کا دعویٰ تھا، پیش کیا جائے گا۔ اس سے سوال ہوگا: تُو کیوں مارڈالا گیا؟ وہ کہے گا تو نے اپنی راہ میں جہاد کا حکم دیا، میں تیری راہ میں لڑا اور مارا گیا۔ خدا فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو چاہتا تھا کہ دُنیا میں جری اور بہادر کہلائے تو یہ کہا جا چکا۔

یہ حدیث بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے زانوؤں پر ہاتھ مار کر فرمایا: ابوہریرہؓ سب سے پہلے ان ہی تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ سیرتِ صحابہؓ

بغداد کا سعدون

یحییٰ بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ خراسان کے دروازے پر جو قبرستان

ہے ۔ ایک دن میں وہاں گیا اور وہاں پہنچ کر ایسی جگہ بیٹھ گیا کہ وہاں سے مجھے قبرستان میں داخل ہونے والا ہر شخص صاف دکھائی دیتا تھا ۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص قبرستان میں داخل ہوا اس حالت میں کہ اُس نے اپنا منہ سر چھپایا ہوا تھا اور وہاں اِدھر اُدھر گھومنے لگا ۔ وہ جس قبر کو ٹوٹی ہوئی یا زمین میں دھنسی ہوئی دیکھتا وہاں کھڑا ہو جاتا اور اسے دیکھ کر رونے لگ جاتا ۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس خیال سے کہ میں بھی اُس سے کچھ نفع حاصل کروں ۔ میں جب اس کے قریب پہنچا دیکھا تو وہ سعدون تھے اور وہ حضرت عبداللہ بن مالک کے قبرستان کی ایک جھونپڑی میں بیٹھا کرتے تھے ۔ میں نے ان سے کہا کہ اے سعدون ! تم کیا کر رہے ہو ۔ انھوں نے کہا کہ اے یحییٰ کیا تمہارے پاس وقت ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر ان خاک شدہ جسموں کی حالت پر روئیں ۔ اس سے پہلے کہ ہمارے جسموں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو اور ان پر رونے والا بھی اس وقت کوئی موجود نہ ہو ۔ پھر انھوں نے کہا اے یحییٰ اللہ کے رُوبرو قیامت کے دن رونے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ جسموں کے خاک ہونے کا منظر یاد کرکے ہم اس وقت روئیں ۔ اس کے بعد کہا : اے یحییٰ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (اور جس وقت کے اعمال نامے کھولے جائیں گے) یہ آیت پڑھی اور ایک سخت چیخ ماری اور کہا : اے

یحییٰ ! ہائے افسوس ! اس وقت کیا ہو گا جب وقت میرے سامنے لایا جائے گا جو کچھ میرے نامۂ اعمال میں لکھا ہوگا۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں ان کی یہ حالت دیکھ کر مارے دہشت کے بیہوش ہوگیا۔ جب مجھے ہوش آیا وہ میرے پاس بیٹھے تھے اور میرا چہرہ اپنی آستین سے صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے یحییٰ اگر تم اس وقت فوت ہو جاتے تو تم سے زیادہ کوئی باشرف نہ ہوتا۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ، بحوالہ عالمِ برزخ)

دسواں باب

سر گدھے کا اور جسم انسان کا

حضرت عوام بن حوشبؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک بستی میں ٹھہرا۔ اس بستی کے کنارے ایک قبرستان تھا۔ جب عصر کا وقت ہوتا تو اس قبرستان میں ایک قبر کھلتی اور اس میں سے ایک آدمی نکلتا جس کا سر گدھے کا اور باقی جسم انسان کا ہوتا اور وہ گدھے کی آواز میں تین چیخیں مارتا اور پھر اپنی قبر میں داخل ہو جاتا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت اُون کات رہی تھی۔ ایک عورت نے مجھ سے کہا آپ اس عورت کو دیکھتے ہیں؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ کہنے لگی یہ اُس شخص کی والدہ ہے۔ میں نے کہا اس کا واقعہ کیا ہے؟ وہ عورت کہنے لگی یہ شخص شراب پیتا تھا اور جب

یہ اس کام کے لیے نکلتا تو اس کی والدہ اس سے کہتی، میرے بیٹے! اللہ سے ڈر، تو کب تک یہ شراب پیتا رہے گا؟ یہ اپنی ماں سے کہتا تو گدھے کی طرح چیختی رہتی ہے۔ اس عورت نے بتایا کہ یہ شخص ایک دن عصر کے بعد فوت ہو گیا۔ اسی روز سے اس کی قبر ہمیشہ عصر کے بعد کھلتی ہے، اور یہ گدھے کی سی تین چیخیں مارتا ہے اور پھر یہ بدستور اپنی قبر میں چھپ جاتا ہے۔

شرابیوں اور والدین کے نافرمانوں کے لیے اس میں عبرت ہے۔ پس اے عقلمند و عبرت حاصل کرو۔ (الترغیب ج ۳ ص ۳۳۳)

علقمہؓ کا واقعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک جوان تھا جس کو علقمہ کہا جاتا تھا وہ بڑا عابد وزاہد تھا۔ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ بڑی تن دہی سے کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا اور مرض شدت پکڑ گئی تو اس کی بیوی نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک آدمی بھیجا کہ میرا خاوند علقمہ نزع کی حالت میں ہے مجھ کو خیال آیا کہ اس کی حالت کی آپؐ کو اطلاع کر دوں۔ آپؐ نے حضرت عمارؓ، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا کہ جا کر اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کرو۔ لیکن اس کی زبان نہ چلتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو اس کی زبان کے کلمہ شریف پر نہ چلنے کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہے ؟ عرض کیا جی ہاں ! اس کی ماں زندہ ہے ، جو کہ بہت ضعیف ہے ۔ آپؐ نے اس کی طرف ایک آدمی بھیجا کہ اس کی ماں کو کہنا کہ اگر تجھے میرے پاس آنے کی طاقت ہو تو آجا ورنہ وہاں ٹھہر میں خود تیرے پاس آؤں گا ۔ چنانچہ جب وہ فرستادہ اس کے پاس گیا اور آپ کا پیغام دیا تو اس نے کہا : میری جان قربان ہو ، میں خود حاضر خدمت ہوں گی ۔ چنانچہ لکڑی کے سہارے چل کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئی ، اور سلام کیا، آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے علقمہ کی ماں ! سچ سچ بتا اگر جھوٹ بولے گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس وحی آجائے گی ۔ کیا حال تھا تیرے بیٹے علقمہ کا ؟ عرض کیا : یارسول اللہ ! بڑا نمازی روزہ رکھنے والا اور بڑی خیرات کرنے والا تھا ۔ آپؐ نے فرمایا تیرے ساتھ کیا حال تھا ؟ عرض کیا یارسول اللہ میں اس پر ناراض ہوں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں ؟

اس نے عرض کیا یارسول اللہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرتا تھا اور میری نافرمانی کرتا تھا ۔ فرمایا آپؐ نے ، اس کی ماں کی نافرمانی روک رہی ہے ! اس کی زبان کو کلمہ پڑھنے سے ۔ پھر فرمایا : اے بلال ! جاؤ اور بہت سی لکڑیاں جمع کرو ۔ اس عورت نے کہا یارسول اللہ ! لکڑیوں کو کیا کریں گے ؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان سے علقمہ کو جلائیں گے اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! وہ تو میرا بیٹا ہے، میرا دل برداشت نہیں کرتا، کہ اس کو آپؐ آگ میں جلائیں میرے سامنے۔

آپؐ نے فرمایا: اے علقمہ کی ماں، خدا کا عذاب تو دائمی ہے اگر تو راضی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے، تو تُو اس پر خوش ہو جا (آپ نے فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ نہ فائدہ دے گی علقمہ کو اس کی عبادت (نماز، روزہ، خیرات وغیرہ) جب تک تو ناراض رہے گی اس پر۔ اس عورت نے عرض کیا یارسول اللہ میں گواہ بناتی ہوں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور جو مسلمان یہاں حاضر ہیں، بے شک میں راضی ہوں اپنے بیٹے علقمہؓ پر۔ پھر فرمایا آپؐ نے یا بلال جاکر دیکھ کہ اس کی زبان کلمہ پر چلنے لگی ہے یا نہیں؟ شاید کہ علقمہ کی ماں زبانی کہہ رہی ہو اور دل سے نہ کہا ہو! پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ گئے اور علقمہؓ کے گھر سے کلمہ کی آواز سُنی، پھر اندر گئے اور کہا: اے لوگو! بے شک علقمہ کی ماں کی ناراضگی نے روک رکھا تھا اس کی زبان کو کلمہ پڑھنے سے۔ مگر اس کی رضامندی نے اس کو چلا دیا۔ پھر فوت ہو گئے علقمہؓ اسی دن۔ اور پھر تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حکم فرمایا: اس کو غسل دینے کا اور کفن دینے کا۔ پھر آپؐ نے اسکی نماز جنازہ

پڑھی اور دفن کیا پھر آپؐ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت جو ترجیح دے گا اپنی بیوی کو اپنی ماں پر، تو اس کے اُوپر لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، نہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض، نہ نفل مگر یہ کہ توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے۔ (کتاب الکبائر ص۱۷۱)

گیارھواں باب

سیاہ ہاتھ!

محمد بن یوسف فریابی سے مروی ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابی سنان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے نکلا تو جب ہم ان کے ہاں پہنچے تو اُنھوں نے فرمایا کہ میرے پڑوسی کا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ لہٰذا چلیں اور اس کو تعزیت کریں۔ چنانچہ ہم اُٹھے اور اس آدمی کے پاس پہنچے تو ہم نے اس کو دیکھا بہت رو رہا ہے اور شور مچا رہا ہے ہم بیٹھے، افسوس کیا اور اس کو تسلی دی لیکن وہ نہ تو تسلّی قبول کرتا اور نہ افسوس، ہم نے کہا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ موت ضروری رستہ ہے اور اس سے کوئی چارہ نہیں تو اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن میں اس بات پر روتا ہوں جس پر میرے بھائی کو صبح شام عذاب ہو رہا ہے۔ ہم نے

کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کر دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ جب ہم نے اس کو قبر میں دفن کیا اور اس پر مٹی برابر کر دی تو تمام لوگ واپس لوٹ گئے اور میں اس کی قبر پر بیٹھا رہا تو اچانک اس کی قبر سے آواز آئی: آہ مجھے اکیلا چھوڑ گئے کہ میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ حالانکہ میں نماز پڑھتا تھا روزہ رکھتا تھا چنانچہ اس کی اس بات سے مجھے رونا آیا اور میں نے اس کی قبر کو کھولا تاکہ اس کو دیکھوں تو یکایک قبر میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور اس کے گلے میں آگ کا طوق تھا تو بھائی کی محبت نے مجھے برانگیختہ کیا اور میں نے ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کی گردن سے وہ طوق کھینچ لوں تو میری انگلیاں جل گئیں اور ہاتھ بھی، تو اس نے جلا ہوا سیاہ ہاتھ دکھایا، پھر اس پر مٹی ڈال دی اور واپس لوٹ آیا تو پھر کیونکر نہ روؤں میں اس کی حالت پر اور کیوں نہ غم کروں؟ ہم نے دریافت کیا: تیرا بھائی زندگی میں کون سا (برا) کام کرتا تھا اس نے کہا کہ زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ (کتاب الکبائر ص۵۶)

نیک بخت باپ اور بدبخت اولاد کا واقعہ

ابنِ کثیر میں ہے۔ ایک شخص بڑا نیک اور سخی تھا۔ اس کا باغ تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ہمیشہ ادا کرتا تھا۔ اس باغ کی پیداوار میں سے اپنے

بال بچوں اور باغ کے خرچ کو نکال کر باقی پیداوار کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر ڈالتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں بڑی برکت دے رکھی تھی۔ اس کے انتقال کے بعد جب اس باغ کی وارث اس کی اولاد ہوئی، تو باپ کے اس خرچ کا حساب کیا تو بہت ٹھہرا۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ حقیقت میں ہمارا باپ بڑا ہی بیوقوف اور نادان تھا جو اتنی بڑی رقم مفت خوروں، غریبوں اور مسکینوں میں بلاوجہ دے دیا کرتا تھا۔ لہٰذا ہم ان غریبوں کے حق کو روکیں اور ان کو کچھ نہ دیں تو ہمارے پاس بہت مال جمع ہو جائے گا اور ہم سب مال دار ہو جائیں گے۔

جب یہ مشورے کر چکے اور باغ کے پھل پک گئے اور کھیتی تیار ہو گئی تو رات ہی کو ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے، رات کے وقت چلو اور رات کو پھل توڑ لاؤ تاکہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے، چلتے وقت پچھلی رات کو ایک دوسرے کو جگاؤ اور چپکے چپکے دبے پاؤں چلو تاکہ آس پاس کے غریبوں کو خبر نہ ہونے پائے کہ آج پھل توڑنے کا دن ہے۔ ورنہ اپنے باپ کے دستور کے مطابق مجبوراً کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا۔ یہ سب منصوبے بنا کر کانا پھوسی کرتے ہوئے باغ کی طرف چلے۔ ادھر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس باغ پر خدا کا عذاب آیا، اور آگ نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ نہ وہاں کوئی درخت رہا اور نہ سرسبز لہلہ

کھیتیاں رہیں اور نہ پھل پھول رہے سوائے راکھ کے جلتے جھلستے ڈھیروں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی یہاں باغ تھا ہی نہیں۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور یہ ماجرا دیکھا تو ہکّے بکّے ہو کر رہ گئے۔ اور حیران و پریشان ہوئے۔ پھر آپس میں کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے۔ پھر نشانات وغیرہ دیکھ کر سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ ہماری بدنیتی اور بخیلی کے سبب یہ بربادکن اور بُرے نتائج نکلے ہیں۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۵)

علوی خاندان کی ایک عورت کا واقعہ

علوی خاندان کا ایک شخص بلخ میں رہتا تھا جو عجم کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ اس کی بیوی اور لڑکیاں تھیں اور اللہ تعالےٰ نے انھیں ہر قسم کی نعمتیں عطا کی تھیں، وہ فوت ہو گیا تو اہل وعیال کو اس کے مرنے کے بعد فقیری اور تنگ دستی نے آگھیرا چنانچہ وہ بیوہ علویہ عورت اپنی لڑکیوں کو ساتھ لے کر کسی دوسرے شہر چلی گئی تاکہ دشمن کے طعن و تشنیع سے بچے اتفاقاً ان کا نکلنا بھی سخت سردی کے موسم میں ہُوا۔ جب شہر میں داخل ہُوئیں تو اپنی لڑکیوں کو ایک غیر آباد مسجد میں بٹھایا اور خود اُن کے کھانے کے بندوبست کے لیے شہر چلی گئی۔ اس کا گذر دو جماعتوں پر ہُوا، ایک جماعت تو ایک مسلمان کے پاس جمع تھی

اور وہ شیخ البلاد تھا۔ (یعنی میئر) اور دوسری جماعت ایک مجوسی کے پاس جو کر (اس کا) نائب تھا۔ پہلے تو گئی مسلمان کے پاس، اور اس کو اپنا حال سُنایا اور کہا کہ میں ایک علوی شریف خاندان کی عورت ہوں اور میرے ساتھ یتیم لڑکیاں ہیں جن کو میں نے ایک غیر آباد مسجد میں بٹھایا ہے اور آپ سے آج کی رات کا کھانا مانگتی ہوں۔ اس نے کہا کوئی گواہ لا میرے پاس کہ واقعی تو علوی خاندان کی عورت ہے اس نے کہا میں ایک اجنبی عورت ہوں۔ اس شہر میں مجھے کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ اس شیخ البلد نے منہ موڑ لیا اور وہ عورت شکستہ دل ہو کر چلی گئی۔ پھر وہ اس مجوسی آدمی کے پاس آئی اور اپنا حال اس کے سامنے بیان کیا کہ میرے ساتھ لڑکیاں ہیں اور میں ایک علوی شریف خاندان کی عورت ہوں اور شیخ البلد کے پاس جانے کا قصّہ بھی سارا بیان کیا۔ وہ مجوسی فوراً اُٹھا اور اپنی عورتوں کو بھیجا کہ اس عورت کو مع اس کی لڑکیوں کے میرے مکان پر لے آؤ۔ پھر ان کو نہایت ہی نفیس کھانا کھلایا اور بہترین لباس پہنایا۔ جب آدھی رات ہوئی تو شیخ البلد نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور رکھا گیا ہے جھنڈا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر پر۔ اور ایک محل ہے سبز یاقوت کا جس کے کنارے یاقوت کے ہیں اور اس میں مرجان کے یاقوت جڑے ہوئے ہیں۔ پھر کہا شیخ البلد نے

یارسُول اللہ ! یہ محل کس کا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : یہ مسلمان کے لیے ہے ۔ تو اس نے کہا : یا رسول اللہ ! میں مسلمان ہوں ۔ تو آپؐ نے فرمایا : میرے پاس گواہ لا کہ واقعی تو مسلمان ہے ۔ وہ یہ سُن کر حیران رہ گیا تو فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ عورت علویہ جب تیرے پاس آئی تھی تو تُو نے بھی تو یہی کہا تھا کہ میرے پاس گواہ لا کہ واقعی تو علویہ عورت ہے ۔ سو اسی طرح تو بھی گواہ لے آ میرے پاس کہ واقعی تو مسلمان ہے ۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو نہایت غم زدہ و پریشان تھا ۔ بیدار ہوتے ہی دریافت کیا کہ وہ عورت کہاں ہے ؟ جب معلوم ہُوا کہ وہ عورت مجوسی کے پاس ہے ۔ اس نے آدمی بھیجا کہ مجوسی کو میرے پاس لاؤ ۔ چنانچہ وہ لایا گیا تو اس نے اس کو کہا کہ میں یہ عورت علویہ تجھ سے مانگتا ہوں ، مع لڑکیوں کے ۔ اس نے کہا یہ کام بہت ہی مشکل ہے اور مجھ کو بلاشبہ بہت برکات حاصل ہُوئی ہیں ۔ اس نے کہا مجھ سے ہزار دینار لے لے اور اُن کو مجھے دے دے ۔ اس نے جواب دیا یہ بُہت مشکل ہے میں انھیں واپس نہیں کروں گا ۔ مجوسی نے کہا جو چیز آپ چاہتے ہیں ۔ میں اس کا زیادہ مستحق ہوں اور وہ محل جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے وہ میرے لیے بنایا گیا ہے ۔ کیا تم میرے سامنے اپنا اسلام ظاہر کرتے ہو ؟

اللہ کی قسم جب تک میں اور میرا اہل و عیال تمام کے تمام اس علویہ کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوئے، رات کو سوئے نہیں تھے، میں نے بھی خواب میں اسی طرح دیکھا تھا جس طرح تم نے دیکھا ہے،

اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت علویہ اور اسکی لڑکیاں تیرے پاس ہیں۔ میں نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا: یہ محل تیرا اور تیرے گھر والوں کا ہے، تُو اور تیرے گھر والے تمام جنتی ہیں۔ کتاب الکبائر

بارھواں باب

واقعہ ایک باغ کی خیرات کا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمام انصار میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سب سے زیادہ مالدار تھے۔ وہ اپنے تمام مال اور جائیداد میں بیرحیٰ نامی باغ کو جو مسجد نبویؐ کے سامنے تھا سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں جایا کرتے تھے اور اس کے کنویں کا عمدہ میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: "جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے، ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔"

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر آپؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔ اور میرا سب سے زیادہ عزیز مال یہی بیرحیٰ نامی باغ ہے۔ لہٰذا میں اس امید میں کہ جو بھلائی خداوند تعالیٰ کے پاس ہے وہی میرے لیے جمع رہے میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے، جس طرح چاہیں اس کو تقسیم کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر فرمانے لگے۔ واہ واہ یہ بہت ہی فائدہ مند مال ہے۔ اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ پھر فرمایا ابوطلحہؓ! میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ عرض کیا: حضورؐ! بہت اچھا اور پھر اپنے رشتہ داروں اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

(مسند احمد، بخاری ومسلم)

بادلوں کو ایک شخص کے باغ کو سیراب کرنے کا حکم

ایک شخص اپنی پیداوار کے تین حصے کرتا تھا، ایک حصہ اپنے کھانے اور اپنے بال بچوں کے کھانے کے لیے اور ایک حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے نکالتا تھا۔ اور ایک حصہ باغ کی دیکھ بھال کے لیے،

وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا۔ اس لیے اس کے کھیت میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے برکت ہوتی اور اس کی کھیتی ہمیشہ سرسبز رہتی۔ اگر اس کے پاس پانی نہ رہتا تو دوسری جگہ پانی برس کر اور بہہ کر اس کے کھیت میں آجاتا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا۔ اچانک اس کے کان میں ایک آواز آئی کہ کوئی بادلوں سے کہہ رہا ہے۔

اِسْقِ حَدِیقَۃَ فُلَانٍ۔ فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔ اس باغ والے کا نام بھی لیا گیا۔ چنانچہ اس بادل نے وہاں سے ہٹ کر ایک پتھریلی زمین پر جا کر خوب موسلا دھار پانی برسایا۔ وہ پانی بہہ کر ایک نہر میں جا پہنچا۔ وہ نہر اس شخص کے باغ میں آتی تھی۔ یہ شخص اس پانی کے ساتھ چلا کہ دیکھیں کیا ماجرا ہے؟ اور کس بزرگ کی کرامت ہے؟

وہ نہر کے کنارے کنارے چل کر اس باغ میں پہنچ گئے۔ یہ پانی اس باغ میں نالیوں کے ذریعے پہنچ گیا۔ اس باغ میں ایک بزرگ پانی کو اِدھر اُدھر کر رہے تھے۔ اس راہ گیر مسافر نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کا نام کیا ہے؟ اس بزرگ نے وہی نام بتایا جو اس نے بادلوں میں سے سُنا تھا۔ اس بزرگ نے راہ گیر سے فرمایا:

لِمَ تَسْئَلُنِی عَنِ اسْمِی؟ آپ میرا نام دریافت کیوں کرتے ہیں؟

اس مسافر نے کہا: اِنِّی سَمِعْتُ صَوْتًا فِی السَّحَابِ الَّذِی ھٰذَا مَاءُہٗ۔ میں نے اس بادل میں سے جس کا یہ پانی ہے۔ ایک

آواز سُنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو۔ اس نے آپ ہی کا نام بتایا تھا۔ وہ بادل برسا اور پانی اس نہر میں بہہ کر آیا۔ اس عجیب و غریب واقعہ کی تلاش کے لیے میں پانی کے ساتھ ساتھ آیا کہ میں چل کر معلوم کروں کہ وہ کیسے بزرگ ہیں تو حضرت سما تصنع آپ کیا کرتے ہیں اس بزرگ نے فرمایا کہ جب آپ نے دریافت کر لیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں اس کے تین حصّے کر ڈالتا ہوں، ایک حصّہ اپنے بچوں کے لیے اور ایک حصّہ باغ کے خرچ کے لیے اور ایک حصّہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں خرچ کر ڈالتا ہوں۔ (مسلم)

اس لیے جب میرے باغ کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت کی طرف سے اس کا انتظام ہو جاتا ہے۔

صُہیب بن سنّان الرّومی کا واقعہ

بلحاظ نسل یہ عرب تھے اور ان کا والد سنان بن مالک یا ان کا چچا سلطنتِ ایران کی طرف سے حاکم ابلہ تھا ان کی رہائش موصل کے متصل تھی۔ اہل روما نے اس علاقے پر حملہ کیا۔ اس وقت صہیبؓ بہت ہی کم عمر تھے، پکڑے گئے پھر قبیلہ کلب میں سے کسی نے ان کو خرید کر مکہ میں فروخت کر دیا۔ عبد اللہ بن جدعان نے ان کو آزاد کر دیا یہ مکہ ہی میں رہنے لگ گئے۔ ان کا چہرہ بہت سرخ رنگ کا تھا رومی

زبان خوب جانتے تھے یہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہی دن داخلِ اسلام ہوئے تھے۔

حمران بن ابان جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ۔صہیبؓ کے چچیرے بھائی لگتے تھے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہجرت کی ۔قریش نے کہا کہ تم خود بھی چلے اور اپنا مال بھی، یہاں بیٹھ کر کمایا ہے، لے چلے ۔صہیبؓ نے اپنا مال قریش کے حوالے کر دیا ، کہتے ہیں کہ آیت (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ) کا نزول انہی کے واقعہ پر ہُوا ہے ۔صہیبؓ کی نشست و برخاست قبل از نبوّت بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہتی تھی ۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے صہیبؓ کو سابق الرّوم ،سلمانؓ کو سابق فارس اور بلالؓ کو سابق الحبشہ فرمایا ہے ۔ ایک حدیث میں ہے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا جو کوئی اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ صہیبؓ سے محبت کیا کرے ۔ ایسی محبت جیسی والدہ کو اپنے بچے سے ہوتی ہے سفرِ ہجرت میں یہ اور علی مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہم سفر تھے ۔ ان کے مزاج میں ظرافت تھی ۔ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھا رہے تھے صہیبؓ بھی شامل ہو گئے ۔حضورؐ نے فرمایا : تیری آنکھ دُکھتی ہے پھر بھی کھجور کھاتا ہے انھوں نے عرض کیا کہ میں تو دوسری

طرف کے جبڑے سے کھا رہا ہوں جس طرف کی آنکھ نہیں دُکھتی ۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کھِل کھلا کر ہنس پڑے ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی ہو جانے کے بعد حضرت صہیبؓ کو امام نماز مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تک کسی خلیفہ کا تقرر نہ ہو صہیبؓ نماز پڑھایا کرے ۔ ان کا انتقال شوال ۳۹ھ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ منورہ میں ہُوا ۔

تیرھواں باب

قصّہ ایک دشمنِ رسُول کے قتل کا

براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابو رافع کے پاس کئی انصاریوں کو بھیجا اور عبد اللہ بن عتیق کو سردار مقرر کیا ۔ ابو رافع دشمنِ رسول تھا اور مخالفینِ رسول کی مدد کرتا تھا اس کا قلعہ حجاز میں تھا اور وہ اسی قلعہ میں رہا کرتا تھا ۔ جب یہ لوگ اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب گیا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو شام ہونے کی وجہ سے واپس لا رہے تھے ۔ عبد اللہ بن عتیق نے کہا : تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی بہانہ کرکے اندر جانے کی کوشش کروں گا ۔ ابن عتیق کہتے ہیں کہ میں گیا اور دربان کو ملنے کی تدبیر کر رہا تھا کہ اتنے میں قلعہ والوں کا ایک گدھا گم ہو گیا

اور وہ اسے روشنی لے کر تلاش کرنے نکلے۔ میں ڈرا کہ کہیں مجھ کو پہچان نہ لیں۔ لہٰذا میں نے اپنا سر چھپا لیا اور اس طرح بیٹھ گیا جس طرح کوئی رفع حاجت کے لیے بیٹھتا ہے۔ اتنے میں دربان نے آواز دی کہ دروازہ بند کرنا ہے جو اندر آنا چاہے آجائے۔ دربان نے عبد اللہ کو یہ خیال کرکے کہ یہ ہمارا ہی آدمی ہے آواز دی کہ بندے خدا اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آجا کیونکہ دروازہ بند کرنا ہے۔

عبد اللہ بن عتیق کہتے ہیں کہ میں یہ سُن کر اندر گیا اور گدھوں کے باندھنے کی جگہ چھپ گیا۔ دربان نے دروازہ بند کرکے چابیاں ایک کیل میں لٹکا دیں۔ جب دربان سو گیا تو میں نے اُٹھ کر چابیاں اتار لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تاکہ بھاگنے میں آسانی ہو۔ اودھر ابو رافع کے پاس رات کو داستانیں ہوتی تھیں۔ وہ اپنے بالا خانے میں بیٹھا داستان سُن رہا تھا جب تمام داستان کہنے والے چلے گئے اور ابو رافع سو گیا تو میں بالا خانے پر چڑھا جس دروازہ سے داخل ہوتا تھا اس کو اندر سے بند کر لیتا تھا اور اس سے میری غرض یہ تھی کہ اگر لوگوں کو میری خبر ہو بھی جائے تو ان کے پہنچنے تک میں ابو رافع کا کام تمام کردوں۔

غرض میں ابو رافع تک پہنچا وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے بچوں کے ساتھ سو رہا تھا۔ میں اس جگہ کو اچھی طرح معلوم نہ کر سکا اور ابو رافع

کہہ کر پکارا۔ اس نے کہا کون ہے۔ میں نے آواز پر ہاتھ بڑھا کر تلوار ماری میرا دِل دھڑک رہا تھا مگر یہ وار خالی گیا اور وہ چِلّایا میں کوٹھری سے باہر آگیا اور پھر فوراً ہی اندر جاکر پوچھا "اے ابو رافع! تم کیوں چِلّائے"۔ اس نے مجھے اپنا آدمی سمجھ کر کہا "تیری ماں تجھے روئے ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے وار کیا"۔ یہ سُنتے ہی میں نے ایک اور ضرب لگائی۔ زخم اگرچہ گہرا لگا مگر مرا نہیں۔ اس کی بیوی بھاگی اور وہ چیخا میں پھر آواز بدل کر مددگار کی حیثیت سے قریب گیا تو وہ چِت پڑا تھا۔ میں نے تلوار پیٹ پر رکھ کر زور سے دبا دی کئی ایک ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز میں نے سُنی، تلوار چیرتی ہوئی پیٹھ تک پہنچ گئی، اب مجھے یقین ہوا کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ پھر میں واپس لوٹا، اور ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا اور سیڑھیوں سے اُترتا جاتا تھا۔ میں سمجھا زمین آگئی۔ چاندنی رات تھی۔ میں گر پڑا۔ پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے عمامہ سے پنڈلی کو باندھ لیا اور قلعہ سے باہر آکر بیٹھ گیا۔ اور دل میں طے کر لیا کہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اس کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے۔ آخر صبح ہُوئی، مُرغ نے اذان دی اور قلعہ کے اوپر دیوار پر کھڑے ہو کر ایک آدمی نے کہا: لوگو! ابو رافع حجاز کا سوداگر مر گیا۔ میں یہ سنتے ہی اپنے ساتھیوں کی طرف چلا اور ان سے کہا کہ جلدی چلو، اللہ نے ابو رافع

کو ہلاک کرا دیا۔

اس کے بعد ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آکر خوشخبری سنائی۔ آپ نے میرے پیر کو دیکھا اور فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلا آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنا لبِ مبارک پھیر دیا۔ بس ایسا معلوم ہُوا کہ اس پیر کو کچھ ہوا ہی نہیں۔
(صحیح البخاری بابُ قتلِ ابی رافع)

دشمنِ رسُول کعب بن اشرف کا انجام

کعب بن اشرف یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ بے انتہا دشمنی اور عداوت رکھتا تھا۔ اس ملعون شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر وہ تکلیف دی جو وہ دے سکتا تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کعب بن اشرف کی شرارتوں سے تنگ آکر فرمایا: کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا؟ کیونکہ اُس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو بہت تکلیف دی ہے۔

محبوبِ خُدا کی یہ آرزو دیکھ کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بولے: "کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اُسے قتل کر دوں؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔"

محمد بن مسلمہؓ بولے: "اجازت ہو تو میں آپکے بارے میں کچھ کہہ سکوں؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں اجازت ہے۔"

دربارِ نبویؐ سے اجازت پاکر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدھے کعب بن اشرف کے پاس پہنچے اور انتہائی رازداری سے بولے: "اس شخص (یعنی محمدؐ) نے مختلف حیلوں بہانوں سے ہمارا مال ہتھیانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔"

کعب بن اشرف سُن کر بولا: "بخدا! تم ابھی مزید پریشانیوں کا منہ دیکھو گے۔"

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے لیکن اب اس سے فوراً الگ ہو جانا اچھا نہیں لگتا۔ البتہ ہم اس انتظار میں ہیں کہ اب یہ کیا رویّہ اختیار کرتا ہے۔" دورانِ گفتگو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: "کہ مجھے کچھ قرض کی ضرورت ہے۔ اگر ہو تو دے دیجئے۔"

کعب بن اشرف نے پوچھا: "قرض کے بدلے کیا چیز گروی رکھو گے؟"

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کہا: "جو چاہو۔"

کعب بن اشرف بولا: "اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو۔"

محمد بن مسلمہؓ بولے: "تم پورے عرب سے حسین و جمیل ہو ہماری

عورتوں اور آپ میں کیا نسبت ؟"

کعب بن اشرف "؛ اچھا تو اپنی اولاد کو رہن رکھ دو۔"

محمد بن مسلمہؓ نے کہا: "دیکھو! کل کلاں ہماری اولاد کو گالیاں دی جائیں گی کہ کھجور کے دو وسق کے بدلے میں ان کو گروی رکھ دیا گیا تھا اور لوگ ہمیں مطعون ٹھہرائیں گے۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار گروی رکھنے کو تیار ہیں۔ بولو منظور ہے ؟"

کعب بن اشرف نے جواب دیا: "مجھے منظور ہے۔"

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "میں خود حارث ابی عبس بن جبر، عباد بن بشر اپنے ہتھیار لے کر حاضر ہوں گے۔"

یہ وعدہ لیا اور واپس چلے آئے۔

چنانچہ یہ لوگ وعدہ کے مطابق رات کے وقت جب آئے تو کعب بن اشرف کی بیوی کہنے لگی کہ مجھے ان سے خون کی بُو آ رہی ہے۔

کعب بن اشرف نے جواب دیا کہ: گھبرانے کی کوئی بات نہیں ان میں ایک محمد بن مسلمہؓ اور دوسرا ان کا رضاعی بھائی ہے، اور تیسرا ابو نائیلہ ہے اور دیکھو ہم اہلِ کرم لوگ ہیں۔ اگر شرفاء کو رات کے وقت بھی جنگ کے لیے بُلایا جائے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں۔"

دوسری طرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے ساتھیوں

سے کہا کہ دیکھو جب کعب بن اشرف آجائے تو میں اس کے سر کو قابو کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرا اشارہ پاتے ہی تم اسے قتل کر دینا۔

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کعب بن اشرف ایک چادر اوڑھے ہوئے آگیا۔ محمد بن مسلمہؓ اور اس کے ساتھی کہنے لگے": کیا بات آج تمھارے سر سے بہترین خوشبو آرہی ہے؟"

کعب بن اشرف بولا": ہاں ٹھیک ہے میرے نکاح میں فلاں عورت ہے جو اہلِ عرب میں بہترین خوشبو پسند کرتی ہے۔"

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہنے لگے": کیا میں خوش بُو سُونگھ سکتا ہوں؟"

کعب بن اشرف بولا": کیوں نہیں؟"

چنانچہ محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے اس کے سر سے خوشبو سُونگھی۔

محمد بن مسلمہؓ کہنے لگے": اگر اجازت ہو تو ایک مرتبہ اور خوش بُو سُونگھ لوں۔"

کعب بن اشرف نے اجازت دے دی۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اُٹھ کر کعب بن اشرف کا سر مضبوطی سے قابو میں کر لیا اور اپنے ساتھیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ (اپنا کام کرو) تو ساتھیوں نے اسے فوراً ٹھنڈا کر دیا۔ (بخاری شریف)

چودھواں باب

سُراقہؓ اعرابی کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن

عبدالرحمٰنؓ بن مالک مدلجی جو سراقہؓ کا برادر زادہ ہے۔ بیان کرتا ہے:

سراقہؓ خود سر پر لگائے نیزہ تانے بدن پر ہتھیار سجائے اپنی گھوڑی پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضورؐ پر پڑ گئی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بَل گری سراقہ نیچے آیا۔ اُٹھا، گھوڑی کو اٹھایا، سوار ہُوا پھر چلا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہُوئے اور مالک سے لو لگائے ہُوئے بڑھے چلے جاتے تھے کہ حضورؐ کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع کی گئی فرمایا الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظِ مُبارکہ زبان سے نکلے اُدھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھنس گئے، سراقہ گر پڑا اور سمجھ گیا کہ حفاظتِ الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں جان کی امان مانگی، امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا اور عرض کی کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ پھر اس کی درخواست اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر عامر بن فہیرہؓ نے اسے

خطِ امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا۔ سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سُراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ اللہ کی قدرت سراقہ واقعہ اُحد کے بعد مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات فاروقِ اعظمؓ کے سامنے پیش ہُوئے تو امیرالمومنین نے سراقہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسروی پہنائے اور زبان سے فرمایا: اللہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔

(سیرت النبیؐ)

پندرھواں باب

حضرت زید بن حارثہؓ کا واقعہ

سب سے زیادہ جو واقعہ آپ کے بلند ترین اخلاق کی شہادت دیتا ہے وہ حضرت زید بن حارثہؓ کا ہے۔ یہ قبیلہ کلب کے شخص حارثہ بن شرجیل (یا شراجیل) کے بیٹے تھے اور ان کی ماں سعدی بنت ثعلبہ قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھیں۔

جب یہ آٹھ سال کے تھے اس وقت ان کی ماں انہیں اپنے میکے

لے کر گئیں ۔ وہاں بنی قین بن جسر کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر حملہ کیا اور لوٹ مار کے ساتھ جن آدمیوں کو وہ پکڑ کے لے گئے ان میں حضرت زید بھی تھے ۔ پھر انھوں نے طائف کے قریب عکاظ کے میلے میں لے جاکر ان کو بیچ دیا ۔ خریدنے والے حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام تھے ۔ انھوں نے مکہؐ لاکر اپنی پھوپھی صاحبہ کی نذر کر دیا ۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح ہوا تو حضورؐ نے ان کے ہاں زیدؓ کو دیکھا اور ان کی عادات و اطوار آپ کو اس قدر پسند آئیں کہ آپؐ نے انھیں حضرت خدیجہؓ سے مانگ لیا ۔ اس طرح یہ خوش قسمت لڑکا اس خیر الخلائق ہستی کی خدمت میں پہنچ گیا جسے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نبی بنانے والا تھا ۔ اس وقت زیدؓ کی عُمر پندرہ سال کی تھی ۔ کچھ مدت کے بعد ان کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ مکہؐ میں ہے وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام تک پہنچے اور عرض کیا کہ آپؐ جو فدیہ چاہیں ہم دینے کے لیے تیار ہیں ۔ آپ ہمارا بچہ ہمیں دے دیں ۔ حضورؐ نے فرمایا : میں لڑکے کو بلاتا ہوں اور اس کی مرضی پر چھوڑے دیتا ہوں کہ وہ تمہارے پاس جانا چاہتا ہے یا میرے پاس رہنا پسند کرتا ہے ۔ اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے گا تو میں کوئی فدیہ نہ لوں گا اور اسے یوں ہی چھوڑ دوں گا ۔ لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہتا ہو اُسے خواہ مخواہ نکال دوں ۔ انھوں نے کہا

یہ تو آپ نے انصاف سے بھی بڑھ کر درست بات فرمائی ہے۔ آپ بچے کو بلا کر پوچھ لیجئے۔ حضورؐ نے زیدؓ کو بُلایا اور ان سے کہا: "ان دونوں کو جانتے ہو؟" انھوں نے عرض کیا: "جی ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا۔" آپؐ نے فرمایا: "اچھا تم ان کو بھی جانتے ہو اور مجھے بھی۔ اب تمھیں پوری آزادی ہے چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہو۔" انھوں نے جواب دیا: "میں آپؐ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جا سکتا۔" ان کے باپ اور چچا نے کہا: زیدؓ کیا تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے اور اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتا ہے۔"

انھوں نے جواب دیا کہ: "میں نے ان کے جو اوصاف دیکھے ہیں ان کا تجربہ کر لینے کے بعد اب میں دُنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔" زیدؓ کا یہ جواب سُن کر ان کے باپ اور چچا بخوشی راضی ہو گئے۔ حضورؐ نے اسی وقت زیدؓ کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ: "آپ سب لوگ گواہ رہیں۔ آج سے زیدؓ میرا بیٹا ہے۔ یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔" اسی بنا پر لوگ ان کو زیدؓ بن محمدؐ کہنے لگے۔

(سیرت سرورِ عالمؐ)

زندہ درگور کی ہوئی بچی کا واقعہ

ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہؐ! جاہلیت میں ہم بتوں کے سامنے سرنگوں ہوتے اور غیرت جتانے کے لیے زندہ اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کر دیتے۔ حضورؐ! جب میری بچی چلنے پھرنے اور باتیں کرنے کے قابل ہو گئی میری غیرت میں ہیجان پیدا ہوا اور میں اسے اپنے ہمراہ آبادی سے باہر لے گیا۔ وہاں میری ذاتی زمین میں ایک کنواں تھا۔ بیٹی مجھے ابّا ابّا کہتی ہوئی میرے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ جونہی میں کنویں پر پہنچا اسے ہاتھ سے پکڑ کر کنویں میں پھینک دیا وہ اب بھی مجھے ابّا ابّا ہی کہتی رہی مگر میرا دل نہ پسیجا اور اس کی سانس بند ہو گئی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے صاحب واقعہ سے فرمایا آپ نے رسول اللہؐ کو مغموم کر کے کیا لیا؟ رسولِ خداؐ منع کرنے والے سے، آپ انہیں زجر نہ کیجیے۔ ان کے بیان کرنے کا کچھ مقصد ہی تو ہوگا۔ اور (صاحبِ واقعہ سے) فرمایا:

پھر ایک دفعہ بیان کیجیے۔

جب اس نے دوبارہ بیان کیا تو آنسو پلکوں سے ڈھلک کر رخساروں تک آ پہنچے اور صاحبِ واقعہ سے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے جاہلیت کے گناہ معاف فرما دیئے۔ آپ لوگوں کو نئی زندگی ملی ہے۔ حسنِ عمل سے آگے بڑھنے کی کوشش کیجئے۔

سولھواں باب

ازواجِ مطہراتؓ کا آپؐ سے مال طلب کرنے کا دلچسپ واقعہ

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔ لوگ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ اندر تشریف فرما تھے۔ اجازت نہ ملی۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگئے۔ اجازت چاہی لیکن انھیں بھی اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کو یاد فرمایا گیا، گئے، دیکھا کہ آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا دیکھو میں خدا تعالیٰ کے پیغمبرؐ کو ہنسا دوں گا۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ کاش کہ آپؐ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا۔ میرے پاس تھا نہیں، جب زیادہ ضد کرنے لگی تو میں نے اُٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سُنتے ہی حضورِ اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنس پڑے اور فرمانے لگے: یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ دیکھو یہ سب بیٹھی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف لپکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف، اور فرمانے لگے: افسوس! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وہ مانگتی ہو جو آپؐ کے پاس نہیں۔ آپؐ نے جب اپنے یاروں کے بدلے ہوئے تیور دیکھے۔ تو انہیں روک دیا۔ ورنہ عجب نہیں تھا دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے۔ اب تو سب بیویاں کہنے لگیں ہم سے سنگین غلطی ہوئی۔ اب ہم حضورؐ کو ہرگز اس طرح تنگ نہ کریں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار ٹوٹنا اُمت کے لیے آسانی کا سبب بن گیا،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اپنے کسی سفر میں تھے بیداً یا ذات الجیش میں میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ جس کے ڈھونڈنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع قافلہ ٹھہر گئے۔ اب نہ تو ہمارے پاس پانی تھا اور نہ ہی اس میدان میں کسی جگہ۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ اب لوگ آکر میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس میری شکایتیں کرنے لگے۔ دیکھو ہم ان کی وجہ سے کس مصیبت میں پڑ گئے

ہیں ۔ چنانچہ میرے والد صاحب میرے پاس آئے ۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر سو رہے تھے ۔ آتے ہی بڑے غصے سے مجھے کہنے لگے : عائشہؓ ! تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور لوگوں کو روک دیا ۔ اب نہ تو ان کے پاس پانی ہے اور نہ یہاں کہیں پانی نظر آتا ہے ۔ الغرض مجھے خوب ڈانٹا اور خدا جانے کیا کیا کہا اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے کچوکے بھی مارے ۔ لیکن میں نے ذرا سی بھی جنبش نہ کی کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام میں خلل واقع نہ ہو ۔ اب ساری رات گزر گئی ۔ صبح کو لوگ جاگے ۔ لیکن پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور سب نے تیمم کیا اور نماز ادا کی ۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہٗ کہنے لگے : اے ابوبکرؓ کے گھرانے والو ! یہ کوئی تمہاری پہلی ہی برکت تو نہیں ۔ اب جب ہم نے اس اونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی ، تو اس کے نیچے سے ہی میرا ہار مل گیا ۔ (بخاری ۔ مسند احمد)

سترھواں باب

غیبی امداد کا ایک واقعہ

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گذر بسر تھی ۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرائے پر لیا میں نے اسے سوار کرایا اور لے چلا ایک جگہ جہاں دو راستے تھے ، جب وہاں پہنچے تو اس نے کہا اس راہ چلو، میں نے کہا میں اس راہ سے ناواقف ہوں ۔ سیدھی راہ تو یہی ہے، اس نے کہا نہیں ، میں پوری طرح واقف ہوں ۔ یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے میں اس کے کہنے سے اُسی راہ چلا ۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ہم یکایک ایک بیابان میں آگئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا ۔ نہایت خطرناک جنگل ہے اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں میں سہم گیا ۔ وہ مجھ سے کہنے لگا : ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اُترنا ہے ۔ میں نے لگام تھام لی اور وہ اُترا اور اپنے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا ۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اُس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا ۔ میں نے اسکی منت سماجت کی لیکن اُس نے خیال بھی نہ کیا ۔ میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تُو لے لے اور مجھے چھوڑ دے ۔ اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا

لیکن میں تو تجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ میں نے اُسے خدا کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اُس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تُلا رہا۔ اب میں مایوس ہوگیا، اور مرنے کے لیے تیار ہوگیا اور اُس سے بامنت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے۔ اس نے کہا: اچھّا جلدی پڑھ لے میں نے نماز شروع کی لیکن خدا کی قسم! میری زبان سے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں نکلتا تھا یونہی ہاتھ باندھے وہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا۔ اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آگئی (اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ) "یعنی خدا ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت دُعا کو سُنتا ہے۔ اور قبول فرماتا ہے اور بے بسی، بے کسی، سختی اور مصیبت کو دُور کر دیتا ہے"۔ پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آرہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اُس نے اپنا نیزہ گھسیڑ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہوگیا۔ وہ اسی وقت بے جان ہوکر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا: "خدا کے لیے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟" اس نے کہا

میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں ، بے کسوں اور بے بسوں کی دُعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے ۔ میں نے خُدا کا شکر کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا ۔ (لہ دعوۃ الحق) اسی کو پکارنا حق ہے اس کے سوا نہ کوئی پکار سن سکتا اور نہ مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے۔

(ابن کثیر ج ۴)

مسلمان مسافر

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا ۔ ابو عبیدہ بن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر بنایا ۔ یہ تین سو آدمی تھے میں بھی ان میں شامل تھا ۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہو گیا ۔ تو ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حکم دیا کہ سارے لشکر میں سے سب کا زادِ راہ لاکر جمع کریں ۔ میرے پاس کھجوریں زاد راہ تھیں ۔ ہم اُس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے ۔ آخرکار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک کھجور ملتی تھی ۔ ہم لوگ اب مرنے کے قریب ہو گئے ۔ لیکن سمندر پر آ پہنچے تھے ۔ ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی ٹیلے کے مانند چوڑی چکلی پڑی ہوئی ہے ۔ ہمارے سارے لشکر نے اسے تیرہ دن تک کھایا ۔ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورتِ کمان قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گزر گیا اور اس کے بالائی حصّے کو نہ چھُو سکا۔ جابرؓ بھی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحل بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا۔ دیکھا تو وہ ایک دریائی جانور مرا پڑا تھا جس کو عنبر کہتے تھے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا یہ تو میّت ہے۔ پھر کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے قاصد ہیں۔ بھوک سے مجبور ہو گئے ہیں۔ تازہ تازہ گوشت ہے۔ خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے۔ ہم تین سو آدمی تھے کھا کھا کر موٹے ہو گئے۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لیے تھے جیسے گائے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھایا تھا۔ اس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین میں قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اس کے نیچے سے گزر گیا۔ غرض یہ کہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ پھر ہم نے اس کا گوشت سُکھا کر زادِ راہ بنا لیا۔ جب مدینے پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا : یہ تو تمہارے لیے خدا کا رزق تھا اگر تمہارے ساتھ کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے پاس کچھ بھیجا۔ آپؐ نے تناول فرمایا۔

اٹھارھواں باب

مُبلّغِ اسلام مُسلمان جِن کا واقعہ

حضرت خریم بن فاتک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے کچھ اُونٹ گُم ہو گئے۔ میں اُن کی تلاش میں باہر نکلا بہت دُور جنگل میں وُہ مجھ کو مل گئے لیکن اتنے میں شام ہو گئی اور میں نے جاہلیت کے دستور کے مطابق اُونچی آواز میں کہا "میں اس جنگل کے سردار کی پناہ پکڑتا ہوں" جونہی میں نے یہ الفاظ کہے تو معاً ایک آواز غیب سے آئی اور یہ اشعار مجھے سنائی دینے لگے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ افسوس تجھ پر جنوں کی پناہ لینے والے اللہ ذی الجلال
کی پناہ لے، جو بزرگی والا نعمتیں بخشنے والا اور فضل کرنیوالا ہے۔

۲۔ جو حلال اور حرام کے احکام نازل کرنے والا ہے
اور اللہ کی توحید مان، اور کچھ فکر نہ کر

۳۔ جنوں سے ڈرنا اور خوف کرنا چھوڑ دے
اور سورۃ انفال کی آیتیں پڑھ۔

۴۔ ہر ہر منزل پر صرف اللہ کو یاد کر
میدانوں، ٹیلوں اور پہاڑوں پر اسی کا ذکر کر

۵۔ جنّوں کے مکر و فریب تو سب جل گئے
اب صرف پرہیزگاری اور نیک کام ہی کام آئیں گے۔

خریم بن فاتک نے جب غیب سے یہ اشعار سنے تو وہ مارے خوف کے لرزنے لگے اور ان کے حواس ٹھکانے نہ رہے۔ دل کڑا کر کے جب ذرا سنبھلے، تو کہنے لگے :

۱۔ اے بُلانے والے جو تو مجھے کہہ رہا ہے
کیا یہ ہدایت کی بات ہے یا گمراہی ہے

اس کے جواب میں پھر ہاتفِ غیب یوں ترنم ریز ہوا۔

۱۔ یہ ہیں رسول اللہ کے، بھلائیوں والے، نیکیوں والے
مدینہ منورہ میں بلاتے ہیں (لوگوں کو) نجات کی طرف

۲۔ جو قرآن میں سورۃ یٰسٓ اور حٰمٓ والی سورتیں لیکر آئے ہیں
اور ان کے بعد بہت سی مفصل کی سورتیں لے کر آئے ہیں

۳۔ ان سورتوں نے حلال اور حرام کے احکام واضح کر دیئے ہیں
اور یہ رسول پاک روزے اور نماز کا حکم دیتے ہیں۔

۴۔ اور بُرے کاموں سے لوگوں کو منع کر رہے ہیں
اور روئے زمین کی بدیوں کو ملیامیٹ کر رہے ہیں

حضرت خریم بن فاتک کہتے ہیں : مجھ پر خوف طاری ہو گیا تھا میں سخت ڈرا کہ کون غیب سے میرے ساتھ مصروفِ مکالمہ

ہے۔ بڑی ہمت اور جرأت کے ساتھ میں نے کہا: "اے اشعار پڑھنے والے بتاؤ کہ تم کون ہو؟" جواب ملا: میرا نام مالک ہے میں مسلمان جن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نجد کی طرف مسلمان جنّوں کا امیر بنا کر بھیجا ہے میں ان سب کا سردار ہوں۔ اس جنگل سے گزر رہا تھا کہ تو نے جنگل کے سردار جنّ سے پناہ چاہی، یہ شرکیہ الفاظ سُن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور تجھ کو تبلیغ کرنے لگا کہ شرک چھوڑ کر توحید کے راستے پر چل کر موحد بن، مافوق الاسباب طور پر صرف اللہ ہی کو پکارنا اور اسی کی پناہ میں آنا چاہیئے۔ اے انسان! میں نے دینِ اسلام کو قبول کر لیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میری رگ رگ میں سما گئی ہے کیونکہ مجھے ان سے ہدایت ملی ہے۔"

خریم بن فاتک نے کہا: اے مالک امیر جنّات تمہاری گفتگو سن کر میرے دل میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اس وقت کوئی میرے اونٹوں کی حفاظت کرنے والا ہوتا تو میں یہاں سے ہی سیدھا مدینہ منورہ پہنچ کر داعیٔ اسلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتا اور مسلمان ہو جاتا۔

امیرِ جنّات نے کہا کہ اگر یہ عزم ہے تو تم مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے اونٹ تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ خریم

بن فاتک یہ بات سُن کر مارے خوشی کے پھُولے نہ سمائے ۔ وہ باغ باغ ہو گئے اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے حضرت خریم کہتے ہیں کہ جب میں روانہ ہُوا تو امیر جنات نے مجھے ان دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

۱۔ خدا تیرا ساتھ دے اور تیری جان سلامت رکھے
اور تجھے بھی اور تیری سواری کو بھی منزلِ مقصود پر پہنچا دے

۲۔ تو اُن پر ایمان لا، اللہ تجھے نجات دے
اور تو اس کے دین میں مدد کر، خدائے برتر تیری مدد کرے

خریم بن فاتک چلتے چلتے مدینہ منورہ تک پہنچ گئے۔ مسجد نبویؐ کے نزدیک اونٹ سے اُترے ۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ مسجد میں لوگ نماز جمعہ کے لیے آئے ہُوئے تھے۔ حضرت خریم کہتے ہیں کہ میں اونٹ کو وہاں باندھ دیا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ نماز کے بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گا ۔ ابھی اسی سوچ میں تھا کہ دو صحابیؓ میری طرف آئے۔ ایک حضرت ابوذر اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو اندر بُلا رہے ہیں ۔ میں دل میں بے حد خوش ہُوا اور طہارت اختیار کر کے مسجد کے اندر چلا گیا۔ اور دیکھا کہ خدا کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے ہیں ۔ خدا کی قسم،

مجھے ایسا دکھائی دیا کہ چودھویں کا چاند نور برسا رہا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، سرورِ کائناتؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: (کیونکہ بذریعہ وحی سب حالات معلوم ہو چکے تھے۔)"خریم بن فاتک تمھیں معلوم ہے کہ جس شیخ امیر جنّات نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے اونٹ صحیح سلامت گھر پہنچا دے گا۔ اس نے کیا کیا؟ ہاں اس نے وعدہ کے مطابق تمھارے اُونٹ صحیح سلامت گھر پہنچا دیئے ہیں۔"

خریم نے کہا: اللہ اس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی فرمایا: ہاں! اللہ اس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ خریم بن فاتک نے جی بھر کے رحمت عالم کی زیارت کی، اور مشرف باسلام ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

حضرت خریمؓ کہتے کہ جمعہ کے خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حدیث بیان کی وہ یہ ہے"! جو شخص سنوار کر سُنّت کے مطابق وضو کرے۔ پھر حفاظت کے ساتھ سمجھ کر نماز ادا کرے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

انیسواں باب

حضرت طفیلؓ کا حیرت انگیز خواب

ابنِ ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کے مادر زاد بھائی حضرت طفیل رضی اللہ تعالٰی عنہٗ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا۔ میں نے کہا کہ تم اچھے لوگ ہو اگر حضرت عزیر علیہ السّلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو انھوں نے جواب دیا کہ تم بھی بہتر لوگ ہو اگر یہ نہ کہو کہ جو اللہ تعالیٰ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) چاہیں۔

پھر میرا گزر ایک عیسائی جماعت پر ہوا۔ میں نے کہا تم اچھے لوگ ہو۔ اگر یہ نہ کہو کہ مسیح (علیہ السّلام) اللہ کا بیٹا ہے۔ وہ بولے کہ تم بھی اچھے لوگ ہو اگر یہ نہ کہا کرو کہ جو اللہ چاہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہیں۔

صُبح ہُوئی تو میں نے یہ بات کچھ لوگوں کو بتائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ سے بھی یہ بات عرض کی۔ فرمایا: کسی اور کو بھی بتایا؟ عرض کی جی ہاں۔ (آپؐ منبر پہ کھڑے ہُوئے)، اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا:

اما بعد (طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک خواب دیکھا ہے، جو تم میں سے بعض کو بتا بھی دیا ہے۔ تم ایک ایسا جملہ بولتے تھے کہ میں اس سے تم کو روکنے میں شرم محسوس کرتا تھا، تم آئندہ "جو اللہ اور محمدؐ چاہے" نہ کہا کرو، بلکہ کہا کرو: "جو اکیلا اللہ چاہے۔"

موجودہ زمانے کے لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرماوے۔ آمین (ابن ماجہ)

ایک واقعہ، ایک مثال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے۔ ایک چھوٹا بچہ راستے میں تھا۔ اس کی ماں نے جب ایک جماعت کو آتے دیکھا تو میرا بچہ میرا بچہ کہتے ہوئے دوڑی اور بچہ کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! خیال تو فرمائیے کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہؓ کے سوال کو جانا اور فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔ (مسندِ احمد)

صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھا لیا اور

اپنے کلیجے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بتلاؤ اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ صحابہؓ نے کہا: ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

ایثار کا ایک بے مثال واقعہ

بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا یارسول اللہ میں سخت حاجت مند بھوکا ہوں۔ مجھے کچھ کھلوائیے۔ آپؐ نے اپنے گھر ایک آدمی کو بھیجا کہ کھانے کی کوئی چیز لے آئے لیکن تمام گھروں سے یہی جواب ملا کہ پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ معلوم کرکے آپؐ نے حاضرین سے فرمایا کہ کوئی ہے جو آج رات انہیں اپنا مہمان بنائے۔ ابوطلحہ انصاریؓ نے عرض کیا کہ حضور میں انہیں اپنا مہمان رکھوں گا۔ وہ مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں۔ اگرچہ آج ہمیں کھانے کو کچھ بھی نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں، بیوی نے کہا آج تو گھر میں برکت ہی برکت ہے البتہ بچوں کے لیے کچھ ٹکڑے رکھے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا، اچھا

بچوں کو بہلا پھسلا کر بھوکا ہی سُلا دینا اور ہم دونوں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاقے سے رات گزار دیں گے اور کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں ۔ دراصل ہم کھائیں گے نہیں چنانچہ ایسا ہی کیا ۔ صبح جب یہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے ہیں ۔

بیسواں باب

سَوْ انسانوں سے زنا کرنیوالی عورت کی موت کس ڈھب سے آئی ؟

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے درد ہونے لگی تو بچی تولّد ہوئی ، تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ ۔ وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکا یا لڑکی ؟ اس نے کہا : لڑکی ہوئی ہے ۔ کہا سُن یہ لڑکی ایک سو آدمیوں سے زنا کرائے گی پھر اس کے ہاں اب جو شخص مُلازم ہے ، اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث

بنے گی ۔ یہ شخص یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھُری لے
کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مُردہ سمجھ کر وہاں سے
بھاگ نکلا ۔ اس کی ماں نے یہ حال دیکھ کر اپنی بچی کے پیٹ میں ٹانکے
لگا دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا ۔ اب
ایک زمانہ گزر گیا ۔ ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل و
صورت کی ۔ بدچلنی میں پڑ گئی ۔ ادھر وہ ملازم سمندر کے راستے کہیں
چلا گیا ۔ کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی ۔ کل مال سمیٹ کر
بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آگیا اور ایک بوڑھی عورت
کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں ۔ گاؤں میں جو بہت خوبصورت
عورت ہو اس سے میرا نکاح کرا دو ۔ یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں
اس لڑکی سے زیادہ خوش شکل کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام دے
ڈالا ۔ منظور ہو گیا ۔ نکاح بھی ہو گیا اور وداع ہو کر یہ اس کے ہاں آ
گئی ۔ دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہو گئی ۔ ایک دن ذکر اذکار
میں اس عورت نے اس سے پوچھا : آخر آپ کون ہیں ؟ کہاں سے
آئے ہیں ؟ یہاں کیسے آ گئے ؟ وغیرہ ۔ اس نے اپنا تمام ماجرا
بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا وہاں سے اس
کی لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا ۔ اب اتنے برسوں کے
بعد یہاں آیا ہوں تو اس لڑکی نے کہا : سنو ! جس لڑکی کا پیٹ چیر

کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں ۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا اور اسے زخم کا نشان دکھایا ۔ تب تو اُسے یقین آگیا اور کہنے لگا ۔ جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ ہے کہ تو سو آدمیوں کو مجھ سے پہلے مل چکی ہے ۔ اس نے کہا ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں ہے اس نے کہا تیری نسبت مجھے ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی ۔ خیر چونکہ مجھے تجھ سے بہت زیادہ محبت ہے ۔ میں تیرے لیے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں اسی میں تُو رہ تاکہ وہاں تک یہ کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں چنانچہ ایسا ہی ایک محل تعمیر ہوا اور یہ وہاں رہنے لگی ۔ ایک مدت کے بعد ایک دن دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی ۔ اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا دیکھو آج یہاں مکڑی دکھائی دی ۔ عورت بولی ۔ اچھا یہ میری جان لیوا ہے ۔ جب ہی سہی کہ میں اس کی جان لوں ۔ غلاموں کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ ۔ وہ پکڑ کر لائے ۔ اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مسل ڈالا ۔ اس کی جان نکل گئی ۔ اس میں سے پیپ جو نکلی اس کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اُڑ کر پڑا ۔ اس کا زہر چڑھا اور قدم

سیاہ پڑ گیا اور اسی میں آخر مر گئی۔ (ابن کثیر ج ۱)

شرح ہے: اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِککُّمُ الْمَوْتُ۔

ترجمہ: تم کہیں بھی ہو موت تمہارا ٹھکانہ پا کر رہے گی۔

بدشکل مجسمہ

ابو مرزوق سے روایت ہے کہ جب کافر یا فاجر قبر سے اٹھیں گے تو ایک نہایت بدشکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا۔ اس کے پاس سے سخت بدبو آتی ہو گی وہ کافر شخص پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ شکل کہے گی، تو مجھے نہیں پہچانتا؟ میں تیرے اعمال خبیثہ کا مجسمہ ہوں جو تو دُنیا میں کرتا رہتا تھا۔ دُنیا میں بہت دنوں تو مجھ پر سوار تھا۔ اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ صدی سے روایت ہے کہ جب کوئی گناہ گار قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک نہایت بدشکل صورت سامنے آتی ہے۔ کالا رنگ بدبو دار سے کپڑے، اس کے ساتھ قبر میں سکونت پذیر ہو جاتا ہے۔ وہ اُس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ کیا ہی بُرا ہے تیرا چہرہ، تو وہ کہے گا: تیرے اعمال خبیثہ کا میں عکس ہوں۔ ایسے ہی تھے تیرے اعمال اور ایسے ہی بدبودار تھے تیرے تمام کام، وہ کہے گا تو ہے کون؟ تو کہے گا میں تیرا عمل ہوں۔ پھر وہ قیامت تک اُس کے ساتھ قبر میں رہے گا۔ قیامت کے دن وہ اس سے کہے گا: لذات و شہوات

کی شکل میں تجھ کو مَیں نے دنیا میں اٹھائے رکھّا تھا ۔ آج کے روز تو مجھے اُٹھائے گا ۔ چنانچہ اس کے اعمال کا مجسمہ اُس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔

(ابنِ کثیر ج ۲)

شعلے

بعض بزرگوں سے روایت ہے کہ ایک شخص کی بہن فوت ہوگئی تو بوقتِ دفن ایک تھیلی جس میں رقم تھی اس کی قبر میں گر پڑی ۔ جس کا کسی کو پتہ نہ چلا ۔ جب لوگ واپس لوٹ گئے تو اُسے اپنی تھیلی یاد آئی ۔ جلدی سے وہ قبر کی طرف لوٹا۔ اور اس کو اکھاڑا تو قبر میں آگ جلتی ہُوئی نظر آئی ۔ جلدی سے قبر مٹی ڈال کر روتا ہوا واپس گھر آیا اور اپنی ماں سے دریافت کیا : کہ اماں مجھے بتا کہ میری بہن کون سا گناہ کرتی تھی ۔ ماں نے کہا : کیا بات ہے ؟ اس نے کہا کہ اماں میں نے اس کی قبر میں آگ جلتی دیکھی ہے ۔ جو کہ شعلے مار رہی تھی ۔ چنانچہ وہ رو پڑی اور کہا کہ وہ نماز میں سُستی کرتی تھی اور بے وقت پڑھتی تھی ۔ (کتاب الکبائر)

یہ تو حال ہے نماز میں سُستی کرنے والوں کا اور کیا حال ہوگا اُن کا جو بالکل پڑھتے ہی نہیں ؟

ایک نمازی کا خواب !

عبیداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میری عشار اور فجر کی نماز کبھی جماعت سے فوت نہ ہوئی تھی ایک رات میرے ہاں کچھ مہمان آ گئے جن میں مشغولیت کی وجہ سے میری عشار کی نماز جماعت سے جاتی رہی۔ چنانچہ میں نکلا کہ شاید عشار کی نماز کی جماعت بصرہ کی کسی مسجد میں مل جائے۔ لیکن تمام لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے اور مساجد بند ہو چکی تھیں پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا اور میں نے سوچا کہ بلاشبہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جماعت کی نماز فضیلت رکھتی ہے اکیلے پر ستائیس درجہ تو میں نے عشار کی نماز کو ستائیس مرتبہ پڑھا اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک ایسی جماعت کے ساتھ ہوں کہ جو گھوڑوں پر سوار ہے اور میں بھی گھوڑے پر سوار ہوں اور ہم مقابلہ کرتے ہیں ایک دوسرے سے اور میں بہت ہانکتا ہوں اپنے گھوڑے کو لیکن وہ نہیں مل سکتا ان کو، پھر ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ نہ تھکا تو اپنے گھوڑے کو کیونکہ نہ مل سکے گا تو ہم کو، میں نے کہا کیا وجہ ہے ؟ اس نے کہا اس لیے کہ ہم نے عشار کی نماز جماعت سے پڑھی ہے اور تو نے نہیں ، اس لیے تو ہم سے نہیں مل سکے گا۔ (کتاب الکبائر ص۴۶)

جسم آگ میں اور گردن زنجیر میں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکے سے مدینے کو جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا جس کا تمام جسم آگ میں جل رہا ہے اور اس کی گردن میں زنجیر ہے۔ جسے گھسیٹتا جا رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہتا ہے۔ اے عبداللہ! مجھ پر پانی چھڑک دو۔ معلوم نہیں وہ مجھے پہچانتا تھا۔ یا عبداللہ عرف کے اعتبار سے کہہ رہا تھا۔ اتنے میں دوسرا آدمی نکل کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ عبداللہ اس پر پانی نہ چھڑکنا اور پھر اس کی زنجیر پکڑ کر اسے گھسیٹ کر قبر میں لے جاتا ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں اس کی دہشت سے میرے بال سفید ہو گئے۔ میں نے حضرت عثمانؓ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے تنہا سفر کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا۔

(کتاب الروح لابن قیم ص ٦٧)

اکیسواں باب

ایک لکڑی ہزار دینار لے کر سمندر میں چل پڑی

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار ادھار مانگے۔ اس نے کہا: گواہ لاؤ۔ جواب دیا کہ خدا کی گواہی کافی ہے۔ کہا ضمانت لاؤ۔ جواب دیا کہ خدا کی ضمانت کافی ہے۔ کہا تونے سچ کہا۔ ادائیگی کی میعاد مقرر ہوگئی اور اس نے اُسے ایک ہزار دینار گن دیئے۔ اس نے بحری سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا۔ جب میعاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اُس میں بیٹھ کر جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اُس نے ایک لکڑی لے لی اور بیچ میں سے کھوکھلی کرلی۔ اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا۔ پھر منہ بند کر دیا اور خدا تعالےٰ سے دُعا کی: اے پروردگار! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے اس نے مجھ سے ضمانت طلب کی۔ میں نے تجھے ضامن بنایا اور اُس پر وہ خوش ہوگیا۔ گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھی کو رکھا وہ اُس پر بھی خوش ہوگیا۔ اب جب کہ وقت مقررہ ختم ہونے کو آیا تو میں نے ہرچند کشتی تلاش کی کہ جاؤں اور اپنا قرض ادا کر آؤں۔ لیکن کوئی کشتی نہیں ملی۔ اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈال دیتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اسے پہنچا دے۔ پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے

تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا، وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا اور آج اسے آجانا چاہیئے تھا تو وہ بھی دریا کے کنارے آکھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس طرف سے نہ آئی تو یہ واپس لوٹا۔ کنارے پر ایک لکڑی دیکھی۔ تو اس نے یہ سمجھ کر خالی تو جا ہی رہا ہوں کیوں نہ اس لکڑی کو لے چلوں۔ پھاڑ کر سوکھا لوں گا۔ جلانے کے کام آئے گی۔ گھر پہنچ کر جب اسے چیرتا ہے تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں، گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہوتی ہیں۔ وہیں پرچہ پر نظر پڑتی ہے۔ اُسے بھی اُٹھا کر پڑھتا ہے۔ پھر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کرکے کہتا ہے کہ یہ لیجیئے اپنی رقم۔ معاف کیجیئے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہوگیا اور دیر لگ گئی۔ آج کشتی ملی۔ آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اُس نے پوچھا: کہ کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے؟ اُس نے کہا میں تو کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہوکر چلے جاؤ۔ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اُسے توکلاً علی اللہ دریا میں ڈال دیا تھا۔ اُسے خدا تعالیٰ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی پوری رقم وصول کرلی۔

بائیسواں باب

حلیمہ کا بیٹا دوڑتا ہوا آیا اور کہا ماں دو سفید پوش آدمیوں نے میرے اس قریشی بھائی کا پیٹ چاک کر دیا ہے

حلیمہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ جب مجھے دودھ پلاتے ہوئے دو سال گزرے اور دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو یہ بچہ سارے قبیلے کے بچوں سے زیادہ تندرست و توانا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے چار برس کا ہو۔ ہم اسے مکہ اس کی ماں کے پاس واپس لے گئے۔ مگر ہمارا جی چاہتا تھا کہ یہ ہمارے پاس کچھ مدت اور رہے میں نے آمنہ سے کہا کہ میرے اس بیٹے کو میرے پاس ابھی اور رہنے دو تاکہ یہ خوب پل کر تنومند ہو جائے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مکہ کی خراب آب و ہوا اس کی صحت پر بُرا اثر نہ ڈالے۔ غرض کہ اتنا اصرار کیا کہ وہ اسے پھر میرے ساتھ بھیجنے پر راضی ہو گئیں۔

حلیمہ کا بیان ہے کہ واپس آکر ہم ابھی دو تین مہینے ہی رہے تھے کہ ایک روز بچہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہماری بکریوں میں تھا۔ اتنے میں اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہا "ماں میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آدمی آئے اور انھوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا"۔ میں اور میرا شوہر دونوں بھاگتے ہوئے گئے تو دیکھا کہ بچہ کھڑا ہے۔

اور اس کا رنگ فق ہے۔ اس کے باپ نے اسے لپٹا لیا اور پوچھا بیٹا، تجھے کیا ہو گیا؟ اس نے کہا دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہُوئے آئے۔ مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا جیسا وہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ میرے پیٹ میں کوئی چیز تلاش کرتے رہے، معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ ہم اسے گھر واپس لائے تو میرے شوہر نے کہا، حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ اس بچے کو کچھ ہو نہ جائے، بہتر یہی ہے کہ اسے اس کے گھر اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا جائے۔ (متفرق)

آپؐ نے فرمایا ربیعہؓ تم شادی کیوں نہیں کر لیتے

حضرت ربیعہ اسلمیؓ شام و سحر آپ ہی کی خدمت میں رہتے۔ جب آپؐ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کاشانۂ نبوت میں تشریف لے جاتے تو آپؓ باہر دروازے پر بیٹھ جاتے کہ شاید آپؐ کو کوئی کام پڑے اور میرے بھاگ جاگ اٹھیں اور حضورؐ کی خدمت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے ربیع سے فرمایا: کچھ خواہش ہو تو کہو؟ عرض کی "حضورؐ! جنت میں آپؐ کی رفاقت چاہتا ہوں۔" فرمایا: ربیعؓ! کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔ پھر ارشاد ہوا۔ ربیع تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ عرض کی حضورؐ! شادی کی تو آپؐ کا آستانہ مجھ سے چھوٹ جائے گا۔ مگر حضورؐ نے بار بار اصرار سے کہا تو وہ مجبور ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد)

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (حدیث)

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری نماز

مع

ضروری مسائل

نماز کا نبوی طریقہ جو احادیث کی روشنی میں ہم تک پہنچا، مسنون دعائیں، مستند طریقے مع سلیس اردو ترجمہ

ترتیب : حافظ عبدالشکور شیخوپوری

کاغذ سفید ، سائز جیبی ، خوب صورت رنگین ٹائیٹل

مستند خوبصورت اور

معیاری کتابیں

فہرست کتب
مفت
طلب فرمائیں

۱۔ ترجمہ قرآن عزیز۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری۔	۱۲۰-۰۰
۲۔ محاسن موضح قرآن۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی (اردو تراجم و تفاسیر کا تقابلی مطالعہ)	۸۱-۰۰
۳۔ ترتیب نزول قرآن۔ پروفیسر محمد اصل خان [آیات قرآنی کی تفاصیل باعتبار مضامین]	۱۵-۰۰
۴۔ قرآن سے انٹرویو۔ پروفیسر محمد رفیق چودھری	۱۲-۰۰
۵۔ بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی	۳۰-۰۰
۶۔ شفاء القلوب۔ قاری عبدالمجید مدنی [ترجمہ و شرک، سنت و بدعت پر لاجواب تحقیق]	۱۰۰-۰۰
۷۔ عثمان ذوالنورینؓ۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔	۳۴-۰۰
۸۔ حیات النبیؐ۔ میاں محمد سعید	۲۴-۰۰
۹۔ امام ابن تیمیہؒ۔ ڈاکٹر محمد یوسف کوکن عمری	۸۴-۰۰
۱۰۔ نماز پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ	۲۷-۰۰
۱۱۔ شاہ اسماعیلؒ اور ناقد۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی	۲۴-۰۰
۱۲۔ ملفوظات شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ	۱۲-۰۰
۱۳۔ حیاتِ طیبہ۔ شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے حالات و ملفوظات	۸۱-۰۰
۱۴۔ فلسفہ ختم نبوت۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	۴-۵۰
۱۵۔ مقالاتِ احسانی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی	۶۴-۰۰
۱۶۔ طب رحمانی۔ مولانا خورشید عالم	۹-۰۰
۱۷۔ علماء کی حق گوئی۔ مفتی انتظام اللہ شہابیؒ	۶-۰۰
۱۸۔ خدا کی ہستی۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ	۱۲-۰۰
۱۹۔ وجود باری تعالیٰ۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ	۱۵-۰۰
۲۰۔ حدرِ جسم۔ پروفیسر رفیق چودھری	۲۱-۰۰
۲۱۔ حدیث قرآن کی تشریح۔ پروفیسر رفیق چودھری	۱۰-۰۰
۲۲۔ انسانیت موت کے دروازے پر۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ	۱۵-۰۰
۲۳۔ موطا امام محمدؒ مترجم حافظ نذر احمد	۸۸-۰۰
۲۴۔ طب نبویؐ۔ حافظ نذر احمد	۲۱-۰۰
۲۵۔ کشف المحجوب۔ مترجم مولانا عبدالرؤف فاروقی	۴۵-۰۰
۲۶۔ راہِ سنت۔ مولانا سرفراز احمد خان	۳۶-۰۰
۲۷۔ مقدمہ انوار الباری۔	۶۵-۰۰
۲۸۔ رحماء بینہم۔ مولانا محمد نافع	۱۷۴-۰۰
۲۹۔ اعمال قرآنی ۱۲-۰۰ مسائل زکوٰۃ ۲/۵۰ مسائل تجہیز و تکفین	۲/۵۰
۳۰۔ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان	۹-۰۰
۳۱۔ حضرت ابوسفیانؓ	۹-۰۰
۳۲۔ غلامانِ رسولؐ	۱۵-۰۰
۳۳۔ اربعین	۶-۰۰
۳۴۔ فضائل مدینہ	۱۸-۰۰
۳۵۔ آئینہ صداقت	۱۲-۰۰
۳۶۔ قوالی۔ قرآن و سنت کے آئینہ میں	۱۲-۰۰
۳۷۔ یاد دوست۔ مولانا محمد ادریس انصاری	۲۷-۰۰
۳۸۔ معشوقہ پنجاب۔ چودھری افضل حقؒ	۶-۰۰

ہر قسم کی علمی، تاریخی اور ادبی کتب کا مرکز

سُنّی پبلی کیشنز ۰ الوہاب مارکیٹ، اردو بازار لاہور ۲



مرتبہ: حافظ عبدالشکور